کیچ

۱۹۸۵

GOVERNMENT DEGREE COLLEGE

TURBAT

مجلہ گورنمنٹ ڈگری کالج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلّہ

کیچ

۱۹۸۵

زیر اہتمام

گورنمنٹ ڈگری کالج تربت مکران

طباعت :
اسحاقیہ پرنٹنگ پریس کراچی

عام ترتیب

نام مجلہ	کیچ
زبان	بلوچی، انگریزی، اُردو
سرپرست	پروفیسر غلام مُصطفٰی
زیر اہتمام	میگزین سوسائٹی گورنمنٹ ڈگری کالج تربت
سنِ اشاعت	سنہ ۱۹۸۵ء
صفحات	بلوچی ۳۸ انگریزی ۲۵ اردو ۵۹
مُدیر اعلیٰ	پروفیسر قمر صدّیق
مُدیر عمومی	علی بخش دشتی
مُدیر اردو	محمد اسحٰق، عبدالصبُور
مُدیر انگریزی	جمشید احمد، مراد حاصل
مُدیر بلوچی	علی بخش دشتی، عطاءاللہ قحطانی

ترتیب (حصۂ اردو)

نامِ کتاب ——— مجلہ کیچ
زبان ——— اردو
سرپرست ——— پروفیسر غلام مصطفیٰ
ناشر ——— میگزین سوسائٹی گورنمنٹ ڈگری کالج تربت
سال ——— سنہ ۱۹۸۵ء
صفحات ——— ۵۹
مُدیر ——— محمد اسحٰق
طالبعلم مُدیر ——— عبد الصبور

زیرِ انتظام

گورنمنٹ ڈگری کالج تربت مکران

فہرست مضامین

پیغام

خطۂ مکران کی تاریخ اس بات کی امین ہے کہ اس کے ساحلوں سے غازیانِ اسلام کے لشکر گذرے جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کو اسلامی تعلیمات سے منور کیا۔ کفر کے اندھیرے دینِ حق کی کرنوں سے دور ہوئے۔

آج ایک ایسی ہی کرن مُجلّہ "کیچ" گورنمنٹ کالج تربت سے طلوع ہوئی ہے۔ امید واثق ہے کہ یہ مجلّہ طلباء برادری میں تحقیق، تنقید اور جستجو کا جذبہ پیدا کرے گا۔ مجھے اس بات پر پختہ یقین ہے کہ اساتذہ، طلباء میں ھم نصابی و غیر نصابی سرگرمیوں کو تیز کر سکتے ہیں اور اس مجلّہ کے اجراء میں یقیناً اُن کی کاوشوں کو بھی دخل ہے مجھے امید ھے کہ نقش اول نقش ثانی سے کہیں بہتر ہوگا۔ اللہ تعالٰی سے دُعا کرتا ہوں کہ یہ میگزین ترقّی کی منازل طے کرے۔

سیّد مظفر علی شاہ

مُعتمد تعلیمات، حکومت بلوچستان

کوئٹہ

پیغام

مجھے یہ جان کر دلی مسرت ہوئی ہے کہ گورنمنٹ کالج تربت
کا مجلہ "کیچ" عنقریب شائع ہو رہا ہے
میں اس موقع پر کالج کے اساتذہ اور طلباء کو

مُبارک باد

پیش کرتا ہوں

میں قوی امید کرتا ہوں کہ مجلہ طلباء کی تخلیقی قوتوں کو اُبھارنے اور ان کی علمی امنگوں کو صحیح سمت میں اجاگر کرنے کے سلسلے میں معاون و مددگار ثابت ہو گا — میں اس موقع پر طلباء کو پیغام دیتا ہوں کہ وہ محنت، طلب اور اولوالعزمی سے کام لے کر اپنی پوری قوتیں حصولِ علم کے لئے صرف کر دیں، کیونکہ زمانہ طالب علمی کی تربیت ہی ان کے بہتر مستقبل کی ضامن ہے میں ان کے بہترین مستقبل کے لئے اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں۔

محمد اقبال قاضی
ناظمِ تعلیمات کالجز بلوچستان

پیش لفظ

کالج میگزین "کیچ" کی اشاعت ہمارے لئے بڑے خوشی کا باعث ہے۔ خاص طور پر اس لئے کہ کالج کی ۱۵ سالہ زندگی میں یہ پہلا میگزین ہے جو اساتذہ اور طلباء کی کاوش سے معرضِ وجود میں آیا ہے۔

کالج میگزین اساتذہ کے فکر و عمل اور طلباء کے افکار و خیالات کا عکاس ہوتا ہے۔ یہ زیرِ تعلیم نوجوان نسل کے رجحانات کا ترجمان تصور کیا جاتا ہے۔

اس میگزین کے بعض مضامین میں ایک تو یہ کوشش کی گئی ہے کہ تاریخی پس منظر میں ضلع مکران کا مختصر سا تعارف قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ دوسرے کالج کے متعلق ضروری معلومات فراہم کی جائیں۔

طلباء کے مضامین میں انکی سوچ اور تخلیقی صلاحیتوں کی جھلکیاں آشکارہ ہوتی ہیں۔ وہ مسابقت کی راہ پر گامزن نظر آتے ہیں۔

میگزین اردو۔ بلوچی اور انگریزی کے مضامین پر مشتمل ہے اس میں علاقائی ادب اور مخصوص روایات کی عکاسی کی گئی ہے۔ یہ میگزین گورنمنٹ ڈگری کالج تربت کے طلباء کی پہلی کوشش ہے۔ اس لئے نہ تو اونچے ادبی معیار کی توقع کی جاسکتی ہے اور نہ ہی خامیوں سے مبراء ہونے کی۔ اس لئے قارئین سے طلباء کی حوصلہ افزائی کی توقع بے جانہ ہوگی۔

میری دعا ہے کہ ہمارے آج کے نوآموز لکھنے والے طلباء مستقبل میں اعلیٰ پایہ کے ادیب بنیں اور ملک و ملت کا نام روشن کریں۔

غلام مصطفیٰ

علی بخش دشتی

عمومی اداریہ

گورنمنٹ ڈگری کالج تربت اپنی قیام سے لے کر آج تک متواتر علمی کام سرانجام دے رہا ہے۔ اس کے فارغ التحصیل ڈاکٹر انجینئر، ٹیچر، پروفیسر اور دفتری افسران اپنے اپنے میدانوں میں قومی ترقی اور خوشحالی میں سرگرم عمل ہیں۔ لیکن کسی علمی ادارہ کا کُرف یہاں تک محدود نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ علم ایک وسیع معنی اور سرگرمیوں کے دائرہ عمل کا نام ہے۔ بنیادی طور پر علم سے مراد جانکاری کے ہوتے ہیں اور کسی تعلیمی ادارہ میں ہر وہ عمل جس سے طلباء اور اساتذہ کے جانکاری میں اضافہ ہو۔ وہ ادارہ کے علمی ارتقائے زمرے میں آجاتا ہے۔

مکران جو پاکستان کے انتہائی مغرب میں اسلامی جمہوریہ ایران کی سرحد پر واقع ہے۔ ایک ایسا خوش قسمت خطہ رہا ہے جس کے تعلقات قدیم و جدید عرب اور سندھ کے ساتھ رہے ہیں اور ان تعلقات کی بنیاد پر ان علاقوں کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور اب بھی جاری ہے۔ جب کبھی قوموں کے درمیان مواصلاتی رابطے جاری ہوں وہاں علمی اور ثقافتی اثر و نفوذ کا ہونا ایک لازمی امر ہو جاتا ہے۔ اس لئے مکران بلوچستان کے تمام علاقوں میں اس وقت واحد خطہ ہے جو علمی لحاظ سے تیز ارتقائی منازل میں ہے۔ اور ثقافتی لحاظ سے بھی بہت سی جاہلی رسومات کا خاتمہ ہو چکا ہے۔

گورنمنٹ ڈگری کالج تربت کی خوش نصیبی رہی ہے کہ اس کے قیام سے لے کر آج تک اسے اچھے منتظم تجربہ کار پروفیسر اور اعلیٰ معیار کے شریف النفس پرنسپل صاحبان کی خدمات حاصل رہی ہیں۔ بانی پرنسپل جناب ڈاکٹر غوری کی کاوشیں ابھی تک کالج کے در و دیوار پر نقش ہیں۔ اور اسی طرح جناب پروفیسر غلام رسول خالد صاحب کی پدرانہ شفقتیں ابھی تک طلبا کے دلوں میں جاگزین ہیں۔ اور موجودہ پرنسپل جناب غلام مصطفےٰ کالج کی علمی اور انتظامی امور میں سرگرم عمل ہیں۔ ان کے علاوہ تعلیمی افسران بالا سکریٹری تعلیم جناب سید مظفر علی شاہ صاحب اور ڈائریکٹر تعلیم جناب قاضی محمد اقبال صاحب کالج کی علمی ترقی میں بھی نظر التفات رکھتے ہیں۔

علمی کوششوں کے سلسلے میں گزشتہ سال کالج کی میگزین سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کے دائرہ کار میں کالج میگزین کی نشر و اشاعت شامل کیا گیا ہے۔ چنانچہ میگزین کیچ جو بلوچی انگریزی اور اُردو زبانوں میں آپ کے ہاتھوں میں ہے کالج کی علمی کوشش کا نتیجہ ہے۔

میگزین میں جو علمی مواد شامل ہیں۔ وہ شاعری۔ تاریخ ادب و ثقافت اور مکران کے بارے میں مضامین ہیں۔ ان مضامین میں اساتذہ اور طلباء دونوں کے تخلیقات شامل ہیں۔ ان مضامین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ طلبا میں علمی

جانکاری کی کتنی تڑپ موجود ہے۔ لیکن اگر آپ طلبا کی ٹیلنٹ کو امتحانی نقطہ نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کریں گے تو واقعی اس سلسلے میں طلبا کمزور نظر آتے ہیں۔ اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ ہماری قومی اور اجتماعی خدوخال ایسے وجود پا گئے ہیں۔ جس سے ہماری قومی تشخص بشمول امتحانات روبہ تنزل ہو گیا ہے۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے نوجوانوں میں بلند فکری اور آگے بڑھنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ ؎

اگر نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

بہر حال ہمیں وہ معاشرتی عوامل کو نمی کی صورت راستی کی بنیاد پر استوار کرنا چاہیئے۔ جن پر ہماری اجتماعی زندگی کے خدوخال درست ہو سکیں۔ جن میں امتحانات کی درستگی بھی شامل ہے۔

میگزین میں زیادہ تر تحریرات آپ کو مکران کے پس منظر میں ملیں گی۔ لیکن ان میں انسانی زندگی کے نشیب و فراز اس انداز سے شامل ہیں کہ پورے انسانیت کے معلوم ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر عطاء اللہ قحطانی کا ڈرامہ "کلمانٹ" میں جو مقالب بیان ہوئے ہیں وہ علم اور امارت کے بارے میں ہیں اور یہ مسئلہ پورے نوع انسانی کا رہا ہے۔

اسی طرح واجہ غنی پرواز کے مضمون "چشم بدرچک" میں انسانی کوششیں اور ذہنی ارتقا کا ذکر جو بنی نوع انسان کی مشترکہ وراثت ہے۔ اور اکبر شاہد کا مضمون "منشیات اور معاشرہ" اس وقت کے بین الاقوامی پس منظر کا ہے۔ جس کے عذاب سے اس وقت دنیا کے کم و بیش تمام اقوام نجات چاہتی ہیں۔ میگزین میں توحید و رسالت کا ذکر مبارک ہے جن کو اختیار کر کے ہم زندگی کے صحیح راستوں پر چل سکیں گے۔

الغرض! مجلہ کیچ ایک گلدستہ ہے جس میں قسم قسم کے پھول ہیں جو ہر سو علمی خوشبو بکھیرتے ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم سے ہماری آنکھیں کھول تاکہ آپ کی تخلیقات کے عجائبات دیکھ سکیں۔ آمین۔

اداریہ

ہمارے لئے یہ باعث فخر کی بات ہے کہ گورنمنٹ ڈگری کالج تربت کے اسٹاف اور طلبا کی مشترکہ کاوشوں سے ایک علمی و ادبی سائنسی و تاریخی میگزین نکل رہا ہے۔ اس میں دلچسپی لیتے ہوئے طلبا نے اپنے اشہب قلم کے ذریعے سے علم کے نور کو پھیلانے میں بے دریغ محنت کی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آج بھی علم کو حاصل کرنے کے لئے طلبا میں تڑپ اور لگن پائی جاتی ہے۔

اس مجلہ میں طلبا نے مختلف زبانوں میں اپنے موقف کو ناگزیر رجحان کر پیش کیا ہے۔ ان زبانوں میں اردو۔ انگریزی اور بلوچی شامل ہیں۔ جنہیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ واقعی طلبا کے پاس علم موجود ہے اور اس کا اظہار بھی کر سکتے ہیں۔

مجلہ کی اشاعت کے متعلق پرنسپل غلام مصطفیٰ کی تحریک کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے ڈگری کالج تربت میں نہ صرف مجلہ کی بنیاد رکھی بلکہ اس کے چھپوانے میں ان کا تعارف بھی شامل حال رہا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محترم پرنسپل اسٹاف اور طلبا نے مجلہ کو علم کے نور سے مزین کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ جذبہ ہمارے اندر ہمیشہ موجود رہے۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اس مجلہ میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ تو یہ ہماری خام خیالی ہے۔ غلطی و سہو سے قارئین کرام ہمیں آگاہ کریں۔ آخر میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجلہ میں اقتباسات دوسری کتابوں سے نہیں لئے گئے ہیں بلکہ انفرادی طور پر جانفشانی اور عرق ریزی سے اسے بہتر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے قارئین کرام ہماری ان کاوشوں کو پسند کریں گے۔

محمد اسحاق

لیکچرار (اردو) ڈگری کالج تربت

مشتاق احمد

کیچ

کیچ اپنے نام کے اعتبار سے ایک طویل تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مکران کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ اور موجودہ وقت میں تربت کے نام سے مشہور ہے اور ساتھ ہی ساتھ مکران ڈویژن کا صدر مقام ہونے کے علاوہ ضلعی ہیڈکوارٹر بھی ہے۔ ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی ۵۵ ہزار سے بھی اوپر ہے۔ وادی کیچ میں واقع ہونے کی وجہ سے کیچ کے نام سے مشہور ہے اور یہی اس کا پرانا نام بھی ہے۔ یہ وادی سلسلۂ کوہ وسطی مکران اور کوہ ساحلی مکران کے درمیان تقریباً ۱۲۵ میل لمبی اور ۲۰ میل چوڑی ایک سرسبز و شاداب وادی ہے اور مکران کا مشہور سیلابی دریا کیچ بھی اسی وادی کے درمیان سے گزرتا ہے اور علاقے کی تمام آبادیاں بھی دریائے کیچ ہی کے دونوں کناروں پر واقع ہیں جن میں زیادہ تر نخلستان اور باغات ہیں۔

مشہور یونانی فاتح سکندر اعظم ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے بعد واپسی پر اپنے عظیم لشکر کے ساتھ اسی علاقے سے گزرا تھا۔

لفظ کیچ دراصل کوچ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ کیونکہ قدیم تواریخ بلوچ کے ساتھ ساتھ کوچ کا نام بھی لیتے ہیں۔ یا یوں کہیں کہ بلوچ کو کوچ کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں جیسے ماضی قریب کے کچھ ایرانی تاریخ نویسوں نے کیچ کی بگڑی ہوئی شکل ظاہر کی ناکام کوشش بھی کی ہے۔ جب کہ جس طرح لفظ برکوش کا بلکوش یا بلکوچ اور بلوس میں تبدیل ہونا علم اللسانیات کے رو سے بھی قرین قیاس ہے علم اللسانیات کے ماہرین "د" اور "ی" کا قریب المخرج ہونے کی وجہ سے آپس میں بدل جانا تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ بلوچ اور بروچ بلیدی اور بردی موٹل اور موتر غرضیکہ بیسوں ایسے الفاظ ہیں۔ لہٰذا کوچ کا صوتی تغیر سے بگڑ کر کیچ بننا بالکل اسی طرح صحیح ہے جس طرح بلکوش کا آریائی زبانوں سے بگڑ کر بلکوچ، کوچ یا بلوچ بننا صحیح ہے۔ جیسے مختلف اقوام اپنی قدیم تاریخوں میں اپنے اپنے طور پر لکھتے رہے ہیں۔ جس طرح خود لفظ بلوچ تلفظ اور تحریر کی بہت ساری تبدیلیوں کے بعد ہم تک پہنچا ہے۔ اسکی کوشانی شکل بعلوث یا بیلوث تھی، آشوری، بابلی یا کلدانی اسے بیلوس یا بعلوس لکھتے اور بولتے تھے۔ قرون وسطیٰ کے عرب اسے بلوص کہتے تھے جب کہ ایرانی نام بلوچ تھا۔ بالکل اسی طرح عرب تاریخ دانوں نے کوش یا کوچ کو قوفش یا کفش لکھا ہے۔ جب کہ ایرانی اسے کفچ، کپچ یا کوچ لکھتے رہے ہیں۔ اب چونکہ قدیم تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ ۸۰۷ ق م اور پھر ۶۱۲ ق م میں کلدانی اور بابلی لوگوں نے فارس کے شمالی صوبے کی طرف ہجرت کی اور کوش Kushite یا کوچ کے ایک گروہ نے خلیج فارس کے راستے بلوچستان کے ساحلی علاقوں تک رسائی حاصل کی اور یہ تمام علاقہ انکے نام سے منسوب ہو گیا۔ چنانچہ ان تمام تاریخی واقعات و حقائق کو سامنے

رکھتے ہوئے گمان اغلب ہے کہ لفظ کیچ بھی اُسی کیچ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ جیسے صوتی اعتبار سے خود عربوں نے کیچ کو کیز اور پنجگور کو کنز بور یا قنز بور لکھا ہے۔ جس طرح موجودہ مستونگ شہر کا نام مش تنگ سے مستنج اور پھر مستونگ بنا یا گلنگور (نوشکی کے قریب ایک جگہ ہے) گلانی کثور سے گلنگور بنا، اسی طرح لفظ کیچ یا کوچ سے کیچ وجود میں آیا۔ تاہم قدیم تاریخوں میں کیچ کا ذکر ہمیں حضرت عمرؓ کے دور میں کیز سے ملتا ہے۔ جب ابو موسیٰ اشعری عراق و بصرہ کے گورنر تھے۔ اور ۲۳ھ میں مسلمانوں نے حکم تغلبی کی قیادت میں کیچ و مکران پر حملہ کر دیا اور اس طرح یہ علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل ہو گیا اور حضرت امیر معاویہؓ کے بعد کیچ و مکران ایک علیحدہ گورنر کے ذریعہ اسلامی سلطنت کا ایک حصہ بن گیا۔ جب کہ عربوں سے پہلے یہ علاقہ سلطنت ایران کا ایک حصہ تھا۔ اور آج تک کیچ شہر میں کئی ایک کاریزات جیسے خسر دی، کاؤسی اور بہمن وغیرہ ایرانی شہنشاہوں کے نام سے منسوب ہیں۔ الغرض کیچ بشمول تمام مکران کبھی اسلامی سلطنت کا ایک حصہ رہا ہے۔ کبھی ایرانیوں کے زیر تسلط رہا تو کبھی سندھ کے ایک صوبے کی حیثیت سے رہا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ بلوچوں کا حوالہ بھی قبل مسیح سے اس علاقہ میں ملتا ہے۔ سندھ میں راہے خاندان اور اس کے بعد راجہ ترچ کے زمانہ میں بھی ایک لمبے عرصے تک کیچ عظیم سندھی سلطنت کے ایک صوبے کی حیثیت سے سندھ سے منسلک رہا ہے۔ شاید وہ بنیادی وجوہات تھیں کہ قدرت نے سندھ و کیچ کو ایک مالا کے موتیوں کی طرح دائمی طور پر پرولیا یعنی سندھی ادب کی لازوال رومانوی داستان "سسی پنوں" کے ہیرو "پنوں" کا تعلق کیچ کے ہوت بلوچوں سے تھا جو سسی کی زلف گرہ گیر کا اسیر بن گیا جس نے بعد میں ایک عظیم رومانوی داستان کو جنم دیا۔

کیچ کی قدامت کا اندازہ ان قدیم کھنڈرات سے لگایا جا سکتا ہے جو اس کے گرد نواح میں موجود جن میں سے دمب شاہی تمپ، دمب چاہسر اور قلعہ میری زیادہ مشہور ہیں۔ اور ان میں سے کچھ کی قدرے کھدائی انگریزی دور میں ہو چکی ہے۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس شہر کا نام کیچ سے تربت کیسے بنا، اور یہ تبدیلی کب وقوع پذیر ہوئی۔ اس بارے میں گو کہ تمام کتب خاموش ہیں۔ جب کہ نام کی یہ یک لخت تبدیلی انگریزوں کے دور میں آئی جب انگریز اپنے دفتری کام کو نمٹانے کے لئے اپنے ساتھ ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے فارسی خواہ منشی اور اہل کار لے آئے چونکہ اس زمانے میں آمد و رفت اور رسل و رسائل کے ذرائع موجودہ دور کی طرح ترقی یافتہ نہ تھے بلکہ یہ تمام ضرورتیں اونٹوں اور گھوڑوں سے پوری کی جاتی تھیں اور یہ علاقہ بھی ایک انتہائی دور افتادہ علاقہ تھا اور یہاں تک پہنچنے کے لئے انہیں دنوں کی بجائے مہینے لگتے تھے چنانچہ ایسے فارسی خوان حضرات نے اسے دوری کی مناسبت سے قبر سے تشبیہ دینا شروع کر دیا اب چونکہ فارسی میں قبر کو تربت کہتے ہیں اس لئے اس کا نام بھی قبر سے تربت بن گیا۔ جبکہ قیام پاکستان کے بعد ون یونٹ کے دور تک بھی ناظم تربت کا سیل آف کورٹ ناظم کیچ ہی تھا نہ کہ ناظم تربت۔ چنانچہ جب ڈگری کالج تربت کے طلباء اور اسٹاف نے اپنے کالج کا سالانہ مجلہ نکالنے کا پروگرام مرتب کیا تو کالج نے بھی اس علاقہ کے اس قدیم نام کو دوبارہ زندہ کرنے اور بیتے دنوں کی یاد کو تازہ کرنے کی خاطر اپنے مجلہ کا نام بھی کیچ سن رکھا۔ تاکہ اسی نسبت سے موجودہ نسل اپنے اسلاف کے کارہائے نمایاں سے واقفیت حاصل کرے اور انہیں کے نقش قدم پر چل کر ملک و قوم کی ترقی میں اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقہ پر نباہ سکیں۔

گورنمنٹ ڈگری کالج تربت

آغاز اور رفتار

مکران جسے تعلیمی میدان میں ایک منفرد مقام حاصل رہا ہے موجودہ حیثیت تک پہنچنے کے لئے کٹھن مرحلوں سے گذر چکا ہے۔ ماضی میں جب کہ صوبے کے اس دورافتادہ علاقے میں آمدورفت انتہائی تکلیف دہ تھی وہ بھی علاقے کے باشندوں کی حصول علم میں رکاوٹ نہ بن سکی۔ لانچوں، بادبانی کشتیوں اور باربرداری کے لئے استعمال ہونے والی لاریوں اور ٹرکوں پر کئی کئی راتوں مسافت کی تکلیف برداشت کرتے ہوئے یہاں کے باشندے تشنگی علم کو بجھانے کی خاطر کراچی یا کوئٹہ چلے جاتے تھے جہالت اور پس ماندگی سے گھرے ہوئے اس علاقہ نے ایسے گوہر پیدا کئے ہیں جنہوں نے نامساعد حالات کے باوجود بھی کراچی اور کوئٹہ جیسے تعلیمی ترقی یافتہ شہروں کے طلباء سے مسابقت کرتے ہوئے امتیازی طور پر کامیاب وکامرانی حاصل کی اور آج وہ ملک وقوم کی خدمت میں مصروف ہیں

علاقے کی تشنگی علم کو محسوس کرتے ہوئے حکومت نے سنہ ۱۹۶۹ء میں تربت انٹرمیڈیٹ کالج قائم کیا۔ اس طرح تربت کو مکران کے پہلے کالج ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ قیام کے وقت اس عظیم ادارے کی اپنی کوئی عمارت نہیں تھی۔ چنانچہ تربت ہائی اسکول کے بورڈنگ کو چند عرصے تک اس مقصد کے لئے حاصل کر کے باقاعدہ طور پر کلاسوں کا آغاز کیا گیا۔ قیام کے پہلے سال تربت کالج میں ۲۰ طالبعلموں نے داخلہ لیا چونکہ زیادہ تر طلباء کا تعلق مکران کے دور دراز علاقوں پنجگور۔ گوادر۔ پسنی اور ماڑہ سے تھا۔ لہٰذا طلباء کی رہائش کے لئے متعدد مکانات کو کرایہ پر حاصل کیا گیا۔

پروفیسر افتخار احمد غوری کو ادارے کے پہلے سربراہ کے ہونے کا شرف حاصل ہوا اگرچہ جناب غوری صاحب تقریباً ۹ مہینے کالج کے پرنسپل رہے لیکن اس قلیل عرصے میں نہایت جانفشانی سے اپنے فرائض منصبی کو ادا کرتے ہوئے ادارے کے لئے ایک روشن ابتداء کا آغاز کیا۔

اس کے بعد جناب پروفیسر غلام رسول خالد صاحب کالج کے دوسرے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اور انہوں نے مسلسل گیارہ

سال تک اس درسگاہ کی ترقی وتوسیع کے لئے رات دن خدمت کرکے ادارے کو دیگر بڑے کالجوں کے ہم پلہ لانے کی کوشش کی۔

موجودہ پرنسپل جناب پروفیسر غلام مصطفیٰ صاحب ہیں جو اپنے پیش روؤں کی طرح ادارے کی ترقی وبہبو کو مزید تیز تر کرنے کی خاطر انتہائی تندہی اور جانفشانی سے سرگرم عمل ہیں۔ اور جناب پروفیسر قمر صدیق صاحب جو وائس پرنسپل ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہر گونہ تعاون کر رہے ہیں۔

ملکی ترقی وخوشحالی کے لئے بیدار ذہن کا ہونا ضروری ہے جبکہ بیدار ذہن ایک صحت مند جسم کا مرہون منت ہے لہٰذا ادارے میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ طلباء کے جسمانی نشو ونما اور انکی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے یکساں توجہ دی جاتی ہے اور اس سلسلے میں محکمہ تعلیم نے مختلف کھیلوں کے لئے ادارے کو ہر طرح کی سہولیات فراہم کی ہیں۔

اگرچہ فٹ بال کو مکران کا روایتی کھیل سمجھا جاتا ہے۔ مگر کالج کے طلبار فٹ بال کے علاوہ کرکٹ، ہاکی۔ ٹیبل ٹینس اور والی بال بھی ذوق شوق سے کھیلتے ہیں۔ کالج کے بالمقابل فٹ بال گراؤنڈ ہے کہ جس میں ۵۰۰ افراد کے بیٹھنے کے لئے سیمنٹ سے تیار شدہ اسٹیڈیم بنایا گیا ہے۔ اور اس سے ملحق مغرب کی جانب کرکٹ گراونڈ ہے کہ جس پر ایک مضبوط اور پختہ پچ تعمیر کی گئی ہے۔ جب کہ دونوں ہاسٹلوں کے سامنے والی بال گراونڈ ہیں۔ کالج کی مختلف ٹیموں نے متعدد مرتبہ انٹر کالیجیٹ ٹورنامنٹ میں کالج کی نمائندگی کرتے ہوئے بہترین کھیلوں کا مظاہرہ کیا ہے۔

اکتوبر ۱۹۸۳ء میں ضلع پنجگور میں منعقد "آل بلوچستان ٹورنامنٹ" میں تربت کالج کی ٹیم صوبہ بھر کے کالجوں میں سے واحد کالج ٹیم تھی کہ جس کو اس ٹورنامنٹ میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی اور شائقین فٹ بال نے ٹیم کے کھیل کو بے حد سراہا۔ اسی طرح ۱۹۸۴ء میں گورنمنٹ کالج سبی میں منعقد انٹر کالیجیٹ مقابلوں میں گورنمنٹ ڈگری کالج تربت کے فٹ بال۔ والی بال اور ٹیبل ٹینس کی ٹیموں نے شرکت کی اور بہترین کھیلوں کا مظاہرہ کیا۔

اساتذہ کو دلچسپی اور یکسوئی سے اپنے فرائض کی سرانجام دہی سے متعلق سہولیات فراہم کرنے کی خاطر حکومت نے ایک رہائشی کالونی بھی تعمیر کی ہے جو کالج کے جنوبی جانب واقع ہے۔ اور یہ کالونی ایک "پرنسپل لاج" کے علاوہ ۵ بنگلوں اور ۱۲ مینیریل کوارٹر پر مشتمل ہے۔ کالج کالونی کے ان رہائشی عمارات نے ضلعی ہیڈکوارٹر کی خوبصورتی میں اضافہ کیا ہے۔

جب ڈگری کالج تربت کے طلباء اور اسٹاف نے کالج کا مجلہ نکالنے کا پروگرام مرتب کیا تو علاقہ کے قدیم نام کو زندہ رکھنے اور بیتے دنوں کی یاد تازہ کرنے کی خاطر مجلّہ کا نام بھی "کیچ" تجویز کیا گیا۔ تاکہ اسی نسبت سے موجودہ نسل اپنے اسلاف کے کارہائے نمایاں سے واقفیت حاصل کرے اور انہی کی نقشِ قدم پر چل کر ملک وقوم کی ترقی میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے انکو احسن طریقہ سے نبھائے۔

چونکہ اس مجلہ کا مقصد طلباء میں فن تحریر اور خصوصاً طلبار کی تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا ہے۔ اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ طلبار کی تحریکوں کو جگہ دی جائے۔ اگرچہ طلبار کے بعض مضامین افسانے۔ نظم اور غزل وغیرہ میں بہت سی فنی خرابیاں شدت سے محسوس ہونگی۔ ہم انکا اعتراف کرتے ہوئے معذرت خواہ ہیں لیکن اس عرض کے ساتھ کہ دوسرے مجلہ میں اس قسم کی غلطیوں کا کم سے کم اعادہ ہوگا۔

آخر میں اس مجلہ کی اشاعت پر ادارہ اساتذہ کرام اور طلبا کا شکر گذار ہے۔ ادارہ

گورنمنٹ ڈگری کالج تربت کے اساتذہ
اور طلبہ کو ہم میگزین "کیچ" کی پہلی
اشاعت پر پُرخلوص مبارکباد پیش کرتے ہیں

غلام گہرام
سیکنڈ ایئر

لازوال کتاب

چودہ سو سال ایک لمبا عرصہ ہے۔ اس عرصے میں کتنی ہی سلطنتیں اُبھریں اور ختم ہوگئیں کتنی ہی عظیم شخصیتوں کے ستارے چمک کر ڈوب گئے کتنی ہی تہذیبوں کے آفتاب طلوع ہوکر ایسے ڈوبے کہ دوبارہ نہ اُبھر سکے۔ بے شمار نظریات اور فلسفوں نے تاریخ کے اسٹیج پر رقص کیا اور پھر جیسے فلم کا تماشا ختم ہوجاتا ہے۔ اس طرح چمکتے ہوئے سکرین کی جگہ تاریکی باقی رہ گئی۔

مگر تاریخ کی ساری رست وخیز اور تہذیبوں کے مدوجزر اور حوادث کی آندھیوں کے درمیان قرآن باقی ہے۔ حتیٰ کہ علمبردارِ ملت عروج وزوال اور دورِ غلامی جیسے مصائب سے گذری اور عزت وعظمت کی بلندیوں سے بار بار گری مگر اس زوال سے بھی قرآن کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ قرآن کا پیغام بھی اسی طرح تہذیبی فضاؤں میں گونج رہا ہے۔ قرآن کی روشن ہدایت اسی طرح جگمگا رہی ہے۔ اور قرآن کی تمام صداقتیں ایسی ہیں کہ زمانے کی گردشوں کے ہزاروں اُلٹ پھیر بھی اس کے ایک شوشے تک تغلیط وتردید نہیں کرسکے۔

اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے نبی کو اپنی نشانیاں یعنی معجزات بھی عطا کئے اس سلسلے میں آپ کو سب سے بڑا معجزہ قرآن عطا کیا گیا جو ایک علمی معجزہ ہے۔ یہ معجزہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اور ہمیشہ تجدید ایمان وعمل کرتا رہے گا یہ ہمیشہ کے لئے سرچشمۂ ہدایت اور برہان ہے۔

قرآن نے معاشرہ میں انقلاب پیدا کیا۔ لوگوں کی زندگیاں بدل ڈالیں۔ قرآن حق کی آواز تھی اس نے باطل کو سرنگوں کردیا وہ "غلبہ" تھا جس نے سب کو مسخر کرلیا۔ قرآن نے جہاد کیا شرک کے خلاف کہ معبود ومسجود ایک ہے۔ خالق ومالک ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی ذات اس کی ذات وصفات کے کسی پہلو اور کسی حصہ میں کسی اعتبار سے شریک نہیں۔ قرآن ایک مکمل نظامِ زندگی جس کے بنانے سے انسان عاجز تھا اس لئے پوری زندگی کا دستور جو انسان کی انفرادی، عائلی اور دینی و دنیاوی زندگی کو مربوط ومنظم کرتا ہے۔ اور صالح بنیادوں پر استوار کرتا ہے۔ قرآن ایک شمع ہے۔ ضلالت اور گمراہی کے اندھیروں میں اس نے یہ ظلمتیں پہلے بھی کافور کی ہے اور آج بھی اس کا اُجالا پھیلا ہوا ہے مختصراً قرآن زندگی کے مکمل "انقلاب" کا داعی اور پیغامبر ہے۔

غلام گہرام

سیکنڈ ایئر

رحمت الٰہی کی عالمگیر نمود

۱۲ ربیع الاول کا دن عالم انسانیت کی فضائے روحانی کا ایک ایسا ہی انقلاب عظیم تھا۔ جو چھٹی عیسوی میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمت الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالمگیر نمود تھی۔ جس کے فیضانِ عام نے تمام کائناتِ ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ وہ خداوندِ قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدوسوں کے ساتھ جاہ وجلال کی نمود ہوگی۔ سو بالآخر وہ آگیا اور سعید و فاران کی چوٹیوں پر اس کے ابرکرم بوندیں پڑھنے لگیں۔

یہ دن ہدایت الٰہی کی تکمیل تھی۔ یہ شریعت ربانی کی ارتقاء کا مرتبہ آخری تھی۔ یہ سلسلہ ترسیل و نزولِ رحمت کا اختتام تھا۔ یہ سعادت بشریٰ کا آخری پیام تھا۔ یہ وراثتِ ارضی کی آخری بخشش تھی، یہ اُمت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور یہ حضرت ختم المرسلین و رحمۃ للعٰلمین محمدؐ بن عبداللہ کی ولادت باسعادت تھی۔

یہ واقعہ ولادت نبویؐ ہے جو دعوت اسلام کے ظہور کا پہلا دن تھا اور یہی ماہ ربیع الاوّل ہے جس میں اس امت مسلمہ کی بنیاد پڑی جسے تمام عالم کی ہدایت وسعادت کا منصب عطا ہونے والا تھا۔ یہ ریگستانِ حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن تھا۔ یہ عرب کی ترقی وعروج کی بانی کی پیدائش نہ تھی۔ یہ محض قوموں کی طاقتوں کا اعلان نہ تھا۔ اس میں صرف نسلوں اور ملکوں کی بندگی کی دعوت نہ تھی۔ جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے۔ اور جیسا کچھ کہ دنیا کی تمام تاریخ کا انتہائی سرمایہ ہے۔ بلکہ یہ عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا۔ یہ دنیا کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش تھی۔ یہ کرۂ ارض کی سعادت کا ظہور تھا۔ یہ نوع انسانی کے شرف واحترام کا قیام عام تھا۔ یہ انسانوں کی بادشاہتوں، قوموں کی لڑائیوں، اور ملکوں کی فتوحات کا بلکہ خدا کی ایک ہی اور عالگیر بادشاہت کے عرش جلال وجبروت کے آخری اور دائمی نمود تھی۔ جو غلامی کی موت اور ہلاکت کی یادگار ہے۔ وراثت ارضی کی تقسیم اوّل ہے۔ جس کی وجہ سے کلمۂ حق و عدل زندہ ہوا اور جس کی وجہ سے ظلم وضلالت کی لعنت سے خدا کی زمین کو نجات ملی۔ پس یہی دن سب سے بڑا ہے کیونکہ اس دن کے اندر دنیا کی سب سے بڑی بڑائی ظاہر ہوئی اس کی یاد نہ تو قوموں سے وابستہ ہے اور نہ نسلوں سے بلکہ وہ تمام کرۂ ارضی کے ایک عام اور مشترک عظمت ہے۔ جس کو وہ اس وقت نہیں بھلا سکتی جب تک اسے سچائی اور نیکی کی ضرورت ہے۔ اور جب تک اس کی زمین اپنی زندگی اور بقا کے لئے عدالت و صداقت کی محتاج ہے۔

مُجلّہ ”کیچ“ کی اشاعت
پر گورنمنٹ ڈگری کالج تربت
کے پرنسپل صاحب، پروفیسرز
صاحبان اور طلباء کو دلی
مُبارک باد
پیش کرتا ہوں
(مولانا) عبدالحق ممبر قومی اسمبلی پاکستان
مہتمم دار الحدیث تربت مکران بلوچستان

غلام گہرام
سیکنڈ ایئر

سراپائے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قامت اور موزوں اندام تھے۔ آپ کی بناوٹ بدرجہ غایت خوبصورت تھی۔ رنگ چمکتا ہوا، سرخی مائل سفید، نہ زیادہ سفید نہ زیادہ گندم گوں، پیشانی چوڑی، ابرو پیوستہ، بینی مبارک مائل بہ درازی تھی، چہرہ اقدس کتابی تھا یعنی زیادہ پرگوشت نہ تھا۔ ساتھ ہی بہت خوبصورت تھا دہانہ کشادہ دندان مبارک ملے ہوئے نہ تھے، گردن لمبی، سر بڑا، سینہ کشادہ جس پر نافِ مبارک تک بالوں کی ہلکی سی تحریر تھی۔ سر کے بال نہ زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ زیادہ سیدھے۔ ریش مبارک گھنی تھی۔ آنکھیں سیاہ اور سرمگیں، پلکیں بڑی بڑی۔ شانے پرگوشت، مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی تھیں۔ شانوں اور کلائیوں پر بال تھے، ہتھیلیاں پرگوشت اور چوڑی، کلائیاں لمبی، ایڑھیاں باریک اور ہلکی، تلوے بیچ سے خالی تھے ان کے نیچے سے پانی نکل جاتا تھا۔

جب آپ خوش ہوتے تو چہرہ مبارک میں خاص چمک دمک رونما ہو جاتی تھی معلوم ہوتا تھا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ اور صحابہؓ چہرہ دیکھتے ہی آپ کی خوشی کا اندازہ کر لیتے تھے، پسینے میں ایک خاص خوشبو تھی جب پسینہ آتا تو معلوم ہوتا چہرے مبارک پر موتی ڈھلک رہے ہیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم اور دیبا کو نہیں چھوا جو رسول اللہ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے بہتر ہو۔ آپ کا پسینہ دلہنوں کو بابرکت عطر کے طور پر لگایا جاتا تھا۔ جہاں گزرتے وہ جگہ معطر ہو جاتی۔ صحابہؓ پتہ لگا لیتے کہ حضورؐ اس طرف سے گزرے ہیں۔

ربیع بنت معوز نے عمار بن یاسر کے پوتے سے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا ہے جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ چاندنی رات تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے میں کبھی چاند کو دیکھتا کبھی آپ کو، آخر میں یہی سمجھا کہ حضورؐ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ کسی نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا حضورؐ کے اخلاق بیان فرمائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنُ اور آنحضرتؐ کا فرمان تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ الرَّحْمٰنِ آئینہ عبدیت میں صفائے معیت، شمشیر فنا میں جوہر بقا۔ رنگ جلال کے ساتھ خوشبوئے جمال، وبے ہمہ، دست بکار۔ مستی میں ہوشیار بے خودی میں خود دار، ہر امر میں کچھ دار و شاندار، فقیروں کا ماویٰ، امیروں کا ملجا، ناداروں کا خزانہ حکماء میں حقائق نگاہ، علماء میں معرفت پناہ۔ محبوں کا پیشوا، محبوبوں کا مقتدیٰ، امام الصدیقین، خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سراج احمد بلوچ
کلاس سیکنڈ ایئر
گورنمنٹ ڈگری کالج تربت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام عبداللہ کنیت ابوبکر اور صدیق لقب تھا۔ والد کا نام عثمان اور والدہ کا نام سلمہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ قبیلہ تیم سے تعلق رکھتے تھے اور پیشہ تجارت تھا۔ بڑوں میں سب سے پہلے آپ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ابوبکر صدیقؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال چند ماہ چھوٹے تھے۔ آغازِ اسلام ہی سے ابوبکرؓ اپنے اندر دین حق کی اشاعت و ترویج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و اعانت میں غیر معمولی جذبہ رکھتے تھے۔ اور ہر وقت نہایت خلوص و لگن سے اس میں مشغول رہتے تھے۔ چونکہ ابوبکر صدیقؓ عوام و خواص میں بہت ہر دلعزیز تھے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی بے حد عزت و عقیدت تھی اس لیے بہت جلد متعدد اشخاص ان کی تبلیغ سے اسلام لائے۔ آپ ہی کی کاوشوں سے عبدالرحمٰن بن عوفؓ، طلیحہ بن عبیداللہؓ سعد بن ابی وقاصؓ، عثمان بن عفانؓ اور زبیر بن عوامؓ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت بلالؓ کو انکے آقا سے خرید کر ہمیشہ ہمیشہ کی اذیتوں سے نجات دلائی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کے مسلسل مظالم سے نہایت درجہ پریشان ہو کر مکے کی سرزمین سے ہجرت کرنے اور مدینہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تو اس موقعہ پر ابوبکر صدیقؓ ہی واحد شخص تھے، جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت جیسے نازک موقع پر صدیق اکبرؓ کو اپنا ساتھی اس لئے منتخب کیا کیونکہ ابوبکرؓ ہی سب سے پہلے آپ کی رسالت پر ایمان لائے تھے۔ اور دینِ حق کی خاطر جان و مال کی قربانی دینے سے اُن کا قدم دوسرے مسلمانوں سے آگے رہا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش بدوش کفار سے لڑتے رہے۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں تشریف نہ لا سکے تو آپ نے اپنی جگہ جس شخص کو امامت کے لئے منتخب کیا وہ بھی ابوبکر صدیقؓ ہی تھے۔ یہ عظیم الشان شرف ایسا تھا جو کسی اور صحابی کو نصیب نہیں ہو سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ بالاتفاق مسلمانوں کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور مسند خلافت سنبھالتے ہوئے سب سے پہلے یہ حکم صادر فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کے لشکر کو شام روانہ

ہونے کا جو حکم دیا ہے وہ بدستور رہے گا۔ اس حکم کے خلاف لوگوں نے بہت سی چہ میگوئیاں کیں۔ لیکن ابو بکرؓ نے نہایت ثابت قدمی سے فرمایا کہ "مجھے اس ذات کی قسم ہے، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تو بھی اسامہ کے اس لشکر کو روانہ ہونے سے نہیں روک سکتا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا"۔ آخر کار لشکر کو روانہ کیا گیا اور جواں سال اسامہ رومیوں کا مقابلہ کرکے کامیاب و کامران ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اس عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی حکم سے سرِمو انحراف نہیں کیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے دورِ خلافت کے ابتدائی میں بہت ہی مشکلات سے دوچار ہوئے۔ جن میں مرتدین اور منکرین زکواۃ شامل ہے۔ آپ نے ان تمام فتنوں اور شورشوں کا قلع قمع کر دیا۔ آپ نے اپنے عہد خلافت کے ستائیس ۲۷ ماہ کی قلیل مدت میں اسلام کی سربلندی کے لئے بہت ہی جد وجہد کیا صدیق اکبرؓ ہی کے مبارک زمانے میں اس اسلامی سلطنت کا آغاز ہوا۔ جس نے پھیلتے پھیلتے دنیا کے کثیر حصّے کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ اس عظیم الشان مملکت کے کنارے ایشیا میں ہندوستان اور چین تک، افریقہ میں مصر اور تیونس و مراکش تک اور یورپ میں اُندلس اور فرانس تک پھیل گئے۔ یہی سلطنت تھی جس نے انسانی تہذیب و تمدن کو پروان چڑھانے کے لئے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ جن کا اثر رہتی دنیا تک رہیگا۔

اللہ کی ہزاروں برکتیں اور رحمتیں ہوں اس مقدس اور پاکباز انسان پر، جس نے اپنی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور اشاعت اسلام میں صرف کر دی۔ وہ ضعیف تھے۔ لیکن دین کی راہ میں اس نے عدیم المثال استقامت کا ثبوت دیا۔ وہ امیر تھے لیکن اللہ کے راستے میں اپنا ایک ایک درہم خوش دلی سے خرچ کر دیا۔ اس کے راستے میں سنگ گراں حائل تھے مگر اس کے پائے استقلال میں خفیف سی بھی جُنبش پیدا نہ ہو سکی اور انہوں نے اسلام کی کشتی کو خوفناک طوفانوں اور مہیب خطرات سے بچا لیا۔ آپ ۲۱ جمادی الآخر ۱۳ھ کو تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہیں۔

مجلہ "کیچ" کی پہلی اشاعت پر

گورنمنٹ ڈگری کالج تربت

کے اساتذہ اور طلبہ کی علمی کوششوں پر

ھدیۂ تہنیت

میر منشی محمد

چیئرمین یونین کونسل باڈی زامران

عبدالحمید شاکر
سیکنڈ ائیر

عیدالفطر

عید کی خوشی ہر سال آتی ہے۔ اور اہلِ اسلام کو مسرت و شادمانی کا پیغام دیتی ہے۔ ہر سال دو عیدیں آتی ہیں ایک عیدالفطر اور دوسری عیدالاضحیٰ۔ عیدالفطر رمضان ختم ہونے پر اور عیدالاضحیٰ حج کے موقع پر۔

رمضان المبارک برکتوں والا مہینہ ہے۔ روزہ ایک آزمائش ہے اس آزمائش کا ایک ایک لمحہ ثواب سے خالی نہیں ہے۔ مسلمان اس دور سے گذر کر عیدالفطر کی مسرتوں کا حقدار بنتا ہے۔

رمضان شریف کی انتیس تاریخ کو لوگ بار بار آسمان کی طرف دیکھتے ہیں۔ چاند نظر آئے تو لوگ خوشی سے چیخ اٹھتے ہیں اگر انتیس تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو ۳۰ر تاریخ کو بہت کم لوگ چاند دیکھتے ہیں۔ کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ چاند ضرور نکلے گا۔

بچے جب چاند دیکھتے ہیں۔ تو بڑوں کو سلام کرتے ہیں اور بڑے انہیں درازی عمر کی دعائیں دیتے ہیں۔ لوگ ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتے ہیں۔ کہ اے اللہ! ہماری عبادتیں قبول فرما۔ اور آنے والا مہینہ رحمتوں سے خالی نہ ہو! بچوں کے چہرے خوشی سے دمک رہے ہوتے ہیں۔

یوں تو لوگ عید کی تیاریاں کئی دن پہلے سے کرتے ہیں۔ لیکن چاند رات کو ہر گھر میں گہما گہمی ہوتی ہے۔ سوّیوں اور اور پکوانوں کا اہتمام ہوتا ہے، دوپٹوں اور پگڑیوں کو کلف لگایا جاتا ہے۔ کپڑوں کی تراش خراش کی جاتی ہے۔ اور بچیاں ہاتھ میں مہندی لگانے میں مصروف ہوتی ہیں۔ خدا خدا کر کے عید کی مبارک صبح طلوع ہوتی ہے۔ یہ صبح جنت کی صبح سے کم نہیں ہوتی بچے خوشی سے قہقہے لگاتے ہیں۔ بزرگوں کو آداب و سلام کر کے عیدی وصول کرتے ہیں۔ گھر گھر میں سویاں اور حلوے پکتے ہیں۔ خوانوں میں طشتریاں رکھ رکھ کر گھروں میں تقسیم کی جاتی ہیں۔ بچے نئے نئے کپڑے پہنتے ہیں۔ بزرگ بھی اجلے لباس میں ملبوس ہو کر تیار ہوتے ہیں۔ بچے بزرگوں کی انگلیاں پکڑ عیدگاہ کا رُخ کرتے ہیں۔ نمازِ عید کی دو رکعتیں پڑھ کر بزرگ گھر چلے جاتے ہیں۔ اور بچے بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ مٹھائی اور پھلوں کی دوکانوں پر بہت چہل پہل ہوتی ہے۔ رنگ برنگی مٹھائیاں تھالوں میں سجی ہوتی ہیں بچے غبارے خریدتے ہیں اور پتنگ اڑاتے ہیں۔ بہت سے بچے جھولا جھولتے ہیں۔ ہر لمحہ مسرت اور شادمانی کا پیغام دیتا ہے۔ گھروں میں لذیذ کھانے پکتے ہیں۔ لوگ پلاؤ اور زردے پر خوب ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ دوست اور عزیز و اقارب ایک دوسرے کے گھروں پر جا کر عید ملتے ہیں اور عید کی مبارک باد دیتے ہیں۔ سورج غروب ہونے پر مغرب کے وقت عید کی رونق میں بھی بتدریج کمی آجاتی ہے۔

جہانِ علمِ اسلام کی نظر میں

(ادارہ)

- جو آثارِ قدرت کا علم رکھتے ہیں وہی بندے خدا سے ڈرتے ہیں۔ (القرآن)
- جن کو علم دیا گیا ہے ان کے سینوں ہیں ہی ہماری آیات محفوظ ہیں۔ (القرآن)
- اسلام کا پہلا اعلان "اِقرأ" تھا۔ (القرآن)
- آدم کو علم کی وجہ سے فرشتوں پر فضیلت دی گئی۔ (القرآن)
- علم کی بدولت طالوت کو جالوت کے سامنے لایا گیا۔ (القرآن)
- طالبِ علم طلبِ علم کی حالت ہیں مرتا ہے تو شہید مرتا ہے۔ (الحدیث)
- جہاں علم اور حلم جمع ہو جائیں اس سے بہتر دو چیزیں یکجا نہ ملیں گی۔ (الحدیث)
- ایسے علم سے جس سے نفع نہ ہو اللہ کی پناہ مانگو۔ (الحدیث)
- علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال کفّار کی۔ (حضرت ابو بکر رض)
- قبل اس کے کہ بزرگ بنو علم حاصل کرو۔ (حضرت عمر رض)
- علم بغیر عمل کے نفع دیتا ہے اور عمل بغیر علم کے فائدہ نہیں بخشتا۔ (حضرت عثمان رض)
- اگر کسی سوال کا جواب معلوم نہ ہو تو اس سے لاعلمی کا اظہار نصف علم ہے۔ (حضرت علی رض)

فقیر محمد بلوچ
کلاس فرسٹ ایئر
گورنمنٹ ڈگری کالج تربت بکران۔

علم کی عظمت

۱) علم لازوال دولت ہے۔

۲) علم بے مثال نعمت ہے۔

۳) جس نے علم حاصل کیا، ہو وہ عظمتوں کا امین۔

۴) اور جو جاہل رہا، وہ پستیوں کا مکین۔

۵) علم شہرت دوام بھی ہے۔

۶) علم رفعتوں کا نام بھی ہے۔

۷) علم رہنمائے منزل ہے۔

۸) علم زندگی کا حاصل ہے۔

۹) علم قرآن ہے۔

۱۰) علم فرقان ہے۔

۱۱) علم حق و صداقت کا بُرہان ہے۔

۱۲) علم اپنی حقیقت کی پہچان ہے۔

علم کی فضیلت

(ادارہ)

✶ — علم ایک ایسا پودا ہے جس کو دل و دماغ کی زمین میں لگانے سے عقل کے پھول لگتے ہیں

✶ — اگر تم نے اپنی اولاد کے لئے فقط دولت چھوڑی ہے تو جان لو کہ انھیں گمراہی اور پستی کا قیدی بنا ہے۔ لیکن اگر علم دی ہے تو گویا ان کو تمام قیدوں سے آزاد کرا دیا ہے۔

✶ — ایک عالم میں ایک لاکھ جاہلوں کے برابر طاقت ہوتی ہے۔

✶ — عالم کا ورثہ ہر ملک و ہر شہر میں ہے۔

✶ — تعلیم ایک نور ہے، جس کا سایہ پڑتے ہی آدمی کے اردگرد روشنی بکھر جاتا ہے۔

✶ عالم کا سونا جاہل کی عبادت سے بہتر ہے۔

✶ — جس گھر میں ایک آدمی بیمار رہتا ہے سبھی گھر والے دکھی ہو جاتے ہیں، پس جس ملک میں اسّی فیصد باشندے جہالت کے مہلک مرض میں مبتلا ہوں وہ ملک کیسے خوشحال رہ سکتا ہے۔

✶ — انسان علم کا بہت زیادہ بوجھ اٹھانے کے باوجود خود کو پھول کی طرح ہلکا اور سُبک محسوس کرتا ہے

✶ — حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ جس شخص نے مجھے ایک حرف کی بھی تعلیم دی اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا

✶ — جہاں سورج چڑھتا ہے وہاں رات بھی ضرور ہوتی ہے، جہاں علم کی روشنی ہو، وہاں جہالت کا اندھیرا کبھی آ نہیں سکتا۔

✶ — چراغ جس طرح جلائے بغیر روشنی نہیں دیتا علم بھی بغیر عمل کے فائدہ نہیں پہنچاتا۔

✶ — عالم بے عمل گدھ کی مانند ہے جو آسمان پر اُڑتا ہے مگر اس کی نظر زمین کی مُردار پر ہے

✶ — دنیا میں سب سے بڑی بدبختی جہالت اور علم سے محرومی ہے

✶ — دلوں کے لئے علم میں اسی طرح زندگی ہے جس طرح مینہ سے زمین زندہ ہو جاتی ہے۔

گل حسن وفا بلوچ
فرسٹ ایئر سائنس
گورنمنٹ ڈگری کالج ۔ تربت

اقوالِ زرّیں

(۱) — لوگ یتیم اسے کہتے ہیں جس کے ماں باپ نہ ہوں، لیکن میں یتیم اس کو کہتا ہوں جس کے پاس علم نہ ہو۔
(۲) — میں نے سب سے پہلے ماں کی آنکھوں میں محبت دیکھی ہے۔
(۳) — اگر بڑا بننے کی خواہش ہے تو پہلے چھوٹا بنو۔
(۴) — پریشانی میں سکون اللہ کو یاد کرنے سے ملتا ہے۔
(۵) — حقیقی دوست وہ ہے۔ جو اس وقت کام آتا ہے جب ساری دنیا آپ کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔
(۶) — ظالموں کو معاف کر دینا، مظلوموں پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔
(۷) — جوانوں کی تلوار سے بوڑھوں کی رائے زیادہ بہتر ہے۔
(۸) — جب عقل کامل ہو جاتی ہے تو باتیں کم ہو جاتی ہیں۔
(۹) — جس کی زبان شیریں اس کے دوست زیادہ ہیں۔
(۱۰) — کسی انسان سے جب ملو تو اتنے پرخلوص انداز سے کہ تمہاری یاد مدتوں اسکے دل میں نقش ہو کر رہ جائے۔
(۱۱) — دنیا میں وہی شخص کسی مقام کا مستحق ہوتا ہے۔ جو اپنا بوجھ خود اٹھا سکے۔
(۱۲) — شریف آدمی کی نشانی یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کی بھی عزت کرتا ہے۔ جن سے اسے کسی بھی فائدہ کی امید نہیں۔
(۱۳) — بڑے کام کرو لیکن بڑے وعدے نہ کرو۔
(۱۴) — بادلوں کی طرح رہو جو پھولوں پر بھی نہیں کانٹوں پر بھی برستے ہیں۔
(۱۵) — انسان کو اپنی موت تک جدوجہد کرنی چاہیئے۔
(۱۶) — وہی کام کرو جس کے کرنے کے بعد پشیماں نہ ہونا پڑے۔
(۱۷) — تم بڑوں کی عزت کرو چھوٹے خود بخود تمہاری عزت کریں گے۔
(۱۸) — تجربہ ہی سب سے بڑا استاد ہے۔
(۱۹) — خداوند کریم کے سوا کسی سے خوف مت کھاؤ۔
(۲۰) — نیکی اور بدی کے درمیان اتنی باریک لکیر ہوتی ہے جو نظر نہیں آتی۔
(۲۱) — میں نے ایک پھول اور ماں میں کوئی فرق نہیں دیکھا۔
(۲۲) — شروع کرنا انسان کا کام ہے اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا خدا کا کام ہے۔

گورنمنٹ ڈگری کالج تربت

کے اساتذہ اور طلباء کو میگزین

کیچ

کی اولین اشاعت پر پُرخلوص

مُبارک باد

غنی پرواز
لیکچرر سیاسیات

پیک

دِل کے اُجڑے ہوئے خانے کا یہ خاموش چراغ
پھر کسی یاد کے شُعلے سے بھڑک اُٹھا ہے
روشنی میں جو کبھی اِس کی میں کرتا ہوں نگاہ
ایسا لگتا ہے کہ ہر سُو وہی نظّارے ھیں
وہی رنگین فضا اور درخشاں ماحول
وہی پُر شوق ہوائیں، وہی دلچسپ سماں
وہی بازار تمنّا، وہی خوابوں کے شہر
لُطف واکرام کے پھُولوں سے سجائی گلیاں
ھر جگہ ایک کہانی ہے وفاداری کی
کیسا عالم ہے محبّت کے سہارے آباد؟
سازِ پُر کیف بجاتی ہوئی، اِٹھلاتی ہوئی
زندگی اِک عجب انداز سے پھرتی تھی جہاں
آج یادوں کے سِوا آہ! وہاں کچھ بھی نہیں؟

کہاں ہے وہ منزل؟

غنی پرواز
لیکچرر سیاسیات

کہاں ہے وہ منزل ؟
کہ جس کے لئے بیقرار ایک عالم
کہ جس کی ہر ایک لمحہ یہ زندگی مُنتظِر ہے
کہاں ہے وہ منزل ؟
جو بخشے قرار آدمی کو
جو دیدے خوشی زندگی کو
کہاں ہے وہ منزل ؟
جو سب کو لٹیروں سے محفوظ رکھے
جو سب کے لُٹے گھر۔ پھر سے آباد کردے
کہاں ہے وہ منزل ؟
جو اِس پرخطر دشت کے بعد آئے
جہاں آدمی اِن درندوں سے چُھٹکارا پائے
سُنا ہے کہ نزدیک ہے وہ یہاں سے
وہاں پہنچنے میں
کوئی دیر لگتی نہیں ہے
مگر شرط ہے اُٹھ کے چلنا
کمر باندھ کر آگے بڑھنا

مزاجِ دہر

باقر علی شاکر

کبھی رنجور کبھی مسرور رکھتا ہے مجھے
مزاجِ دہر یہ کیا تو، کرتا ہے مجھے

میں معصوم صفت اور سادہ لوح
کیوں نئی راہوں میں لئے جاتا ہے مجھے

کوچۂ جاناں سے نکلوں نہ کبھی
عادتیں یہ کیسی تو سکھاتا ہے مجھے

کیوں میں گاؤں اب گُن تیرے
روز کب مسرتیں ملتی ہیں مجھے،

آدمی ہے عیش کا خواہاں باقر
یہی ارماں اکثر ستاتا ہے مجھے

باقر علی شاکر
آرٹس گروپ
گورنمنٹ ڈگری کالج تربت مکران

غزل

وہی کہنے لگے مجھ کو، جنہیں آشفتہ سر سمجھتا تھا میں
بڑا نادان تھا۔ صحراؤں کو گھر سمجھا تھا میں

میں نے چھوا تک نہیں پھول کو اس لئے ـــ !
کہ ہر ایک پھول کو برق و شرّر سمجھا تھا میں

کون توقع پھر رکھے اپنوں سے پھر اُمید کی
زخم اور دینے لگا وہ، جس کو چارہ گر سمجھا تھا میں

نہ تھا معلوم مجھے ڈس لیں گے یہ مانندِ سانپ
لُطفِ زندگی کا ذریعۂ مال و زر سمجھا تھا میں

دہر میں کون آدمی کا اعتبار باقرؔ کرے
راہزن نکلا وہی جس کو راہبر سمجھا تھا میں

مُجلّہ ایچ

کی اشاعت پر

گورنمنٹ ڈگری کالج تربت کے اساتذہ

اور

طلباء کی خدمت میں ہدیۂ تہنیت

اشاعتِ علم میں آپ کا دعا گو

میر مراد خان

چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل تربت

میرا پسندیدہ شاعر

اسداللہ خان غالبؔ

وسیم اکرم راجہ

یوں تو دنیا میں بہت اچھے شاعر گذرے ہیں۔ اور وہ سب مجھے پسند ہیں۔ لیکن جو شاعر مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ وہ ہے مرزا اسداللہ خان غالبؔ۔

مرزا اسداللہ خان غالبؔ ۱۷۹۷ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے مرزا غالبؔ کے کلام میں جادو ہے شعر نرالے ہیں۔ انہوں نے شاعری کو ایک جدید طرز بخش دی۔

ہمارے مبصرین نے غالبؔ کو ایک مسلم الثبوت استاد مانا ہے۔ آپ اردو ادب کے بہت بڑے غزل گو شاعر سمجھے جاتے ہیں۔ انکا خیال بالکل انوکھا ہے۔ اظہار جذبات میں انہیں ایک غیر معمولی قدرت حاصل ہے۔ ادب اور خاص طور سے غزل میں مرزا غالبؔ نے اپنی جدت طبع سے نئی راہیں پیدا کیں۔ پرانے انداز سے ہٹ کر ایک مختلف انداز ایجاد کیا ہے۔ غزل میں گہرائی اور وسعت پیدا کی ہے۔ غالبؔ کا انداز بیان منفرد اور اچھوتا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ؎

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

یعنی کہ دنیا میں اور بھی شاعر ہیں جو اچھے اشعار کہتے ہیں اور اچھی شاعری کرتے ہیں۔ لیکن جو بات غالبؔ کے کلام اور انداز بیان ہے۔ وہ کسی اور میں موجود نہیں۔

شروع شروع میں غالب فارسی میں شعر کہتے تھے اور انہیں اپنی شاعری پہ ناز تھا۔ کیونکہ جو شعر غالبؔ فارسی میں کہتے تھے۔ ان شعر کا ترجمہ تو کوئی زبان دان بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن بعد میں عوام کے اصرار پر انہوں نے اردو شاعری کی بھی ابتدا کی۔

انہیں کیا معلوم تھا کہ وہ اردو ادب کا سب سے بڑا شاعر اور استاد مانا جائے گا۔ لیکن یہ سب اس کی محنت اور کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ وہ اردو کا عظیم شاعر بن گیا۔

۱۸۶۹ء میں مرزا غالب دہلی میں انتقال کر گئے۔ چونکہ آج غالب ہم میں موجود نہیں ہیں۔ لیکن ان کی یاد ان کے شعروں کے ذریعے ابھی تک ہم سب میں موجود ہے۔ اور آخر میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اسے جنت نصیب کرے۔ آمین۔

عبدالصبور، سیکنڈ ایئر (سائنس)
گورنمنٹ ڈگری کالج۔ تربت

بلوچی زبان کا بے تاج بادشاہ

سیّد ظہور شاہ ہاشمی

داستانِ عشق کی رنگینیاں کچھ کم نہ تھیں
میرے افسانے کے دم سے اور رنگیں ہوگئیں

بلوچی زبان کا ممتاز شاعر، ادیب، ناول نویس، فلاسفر اور مؤرخ سید ظہور شاہ ہاشمی ہمارے اکثر لکھنے والوں کی نظر میں ۲۱ اپریل ۱۹۲۶ء میں گوادر میں پیدا ہوئے۔ لیکن ان کے قریبی عزیز و اقارب کے کہنے کے مطابق آپ جیوانی میں پیدا ہوئے تھے جو کہ بعد میں گوادر میں رہائش پذیر ہوئے۔ آپ نے ۱۹۴۶ء میں انجمن اصلاح بلوچان کے نام سے ایک اصلاحی انجمن قائم کی اور "جدو جہد" کے نام سے اپنے کاوشوں کی ابتدا کی۔ لیکن حکومتِ عمان نے اسے بند کر دیا اور تین سال تک عمانی سلطنت نے بلوچوں کی اصلاح اور جدوجہد جاری رکھنے کے سلسلے میں قید رکھا۔ رہا ہونے کے بعد اسے جلاوطن زندگی گزارنے پر مجبور کیا گیا اور وہ کچھ عرصے بھٹکتا رہا۔ ۱۹۵۰ء میں آپ کراچی آئے۔ یہاں انھیں پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن بلوچی سیکشن کا نگران مقرر کیا گیا۔ ۱۹۵۲ء میں اپنے چند ادب دوستوں کے ساتھ "بلوچی زبانء سرچمگ" کے نام سے ایک انجمن قائم کیا اور آپ اس انجمن کے سکریٹری منتخب کئے گئے اور اس انجمن کے سلسلے میں انھوں نے حیدر آباد میں منعقدہ "بلوچی زبان کی پہلی کانفرنس" میں شرکت کی اور کانفرنس میں بلوچی رسم الخط پر اظہار خیال کیا لیکن نا اتفاقی کی وجہ سے یہ انجمن زیادہ عرصہ تک نہیں چل سکی اور مایوس ہو کر سید ہاشمی ترکِ وطن کر کے گلف چلے گئے تقریباً دس سال وہاں قیام کرنے کے بعد واپس کراچی آئے اور "نذکار پبلیکیشنز" کے نام سے تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا۔

اگر ہم سید ہاشمی کے ادبی کارناموں کا جائزہ لیں تو ہمیں وہ ہر فیلڈ میں سب سے آگے نظر آتا ہے۔ شاعری ہو یا افسانہ نگاری، تاریخ دانی ہو یا فلاسفری ہر صنفِ ادب میں انہیں دسترس حاصل تھا آپ کی شاعری نے عشق کے افسانوں کو رنگین سے رنگین تر بنایا۔ اور ایک الگ انداز اپنایا۔ سید ہاشمی نے شاعری کی ابتداء اردو زبان سے کی اور ان کی یہ غزل

مثال کے طور پر ہم یہاں تحریر کرتے ہیں:

آج میری کیا نماز، کیا تلاوت، کیا دعا
سب کے سب یکمشت نذر خوابِ رنگیں ہوگئیں
ہجر کی یہ تلخیاں گر زہر سے کچھ کم نہ تھیں
وصل کی شیرینیاں بھی اور شیریں ہوگئیں
میں تو منکر تھا مگر اب دیکھ کر مومن ہوا،
میری آہیں جب حریفِ ماہ و پروین ہوگئیں
صور تو سے خاکِ بے صورت کا دل معمور ہے
کچھ بنی نرگس تو کچھ گل اور نسریں ہوگئیں
میری کم اندیش فطرت پر گھٹائیں چھا گئیں
کس کی خوش بختی سے یہ افکار زرّیں ہوگئیں
اس قدر آوارگی کا شوق افزوں ہوگیا
بیڑیاں پاؤں میں میری جتنی سنگیں ہوگئیں
دل نہ تھا پتھر تھا سینے میں جو ہو جاتا تھا آب
گرچہ آنکھیں دیکھ کر مجھ کو غم آگیں ہوگئیں
داستانِ عشق کی رنگینیاں کچھ کم نہ تھیں
میرے افسانے کے دم سے اور رنگیں ہوگئیں

لیکن بعد میں اردو شاعری ترک کرکے اپنی مادری زبان میں شعر کہنا شروع کیا۔ اردو شاعری میں غزل کو زیادہ ترجیح دی۔ سنہ ۱۹۵۰ء سے لیکر سنہ ۱۹۵۳ء تک کے تمام اشعار "انگر و ترونگل" کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا۔ اور غزلوں کا دوسرا مجموعہ "ترتگلیں ہیر" جس میں ۱۹۵۲ء سے لیکر ۱۹۵۴ء کے اشعار شامل ہیں۔ سنہ ۱۹۶۲ء میں بحرین سے شائع کیا۔ لیکن اس دوران سید ہاشمی بیمار تھے اور بحرین کے اسپتال میں زیرِ علاج تھے اور اسی طرح تیسرا مجموعہ کلام "ترا پکنیں ترمپ" کے نام سے شائع کیا۔ ان کے علاوہ جو کتابیں منظرِ عام پر نہیں آئے یہ ہیں:۔ "سچکانیں سستا" "گسد گوار" "تہگوشتن ءِ شاہاز" "دستکلیں شہجو"

بہر کیف سید ہاشمی نے اپنے تمام کاوشوں کو بلوچی زبان اور ملک و قوم کے لئے وقف کر دیا۔ اس طرح آپکے کارنامے بلوچی زبان کے لئے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

بلوچی زبان کو وسیع سے وسیع تر بنانے میں سید ہاشمی کی کاوشیں قابلِ قدر ہیں۔ شاعری اور نثر نگاری دونوں میں انھوں نے قدیم لفظوں کو جو کہ لوگ بھول چکے تھے دوبارہ زندگی بخشی۔ ان کے علاوہ دنیا میں سائنسی ایجادات ہو رہے ہیں اور جن کا بلوچی زبان میں کوئی موزون نام نہ تھا، آپنے ان جدید ایجادات کو بلوچی میں موزون الفاظ دیکر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ان کے علاوہ بلوچی زبان میں ایک لغت "سید گنج" (جو کہ آپ کی پچیس سالہ کاوشوں کا نتیجہ ہے) مرتب کی جو کہ بلوچی زبان کے لئے ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ "سید گنج" اگر منظرِ عام پر آجائے تو بہت سے لوگ اس سے فیض یاب ہوں گے۔ مگر افسوس کہ اسے کسی نے شائع کرنے کی ہمت نہ کی۔ اور اب سید ہاشمی کے نام پر کراچی "سید ہاشمی اکیڈمی" اسے چھپوانے کے بارے میں غور کر رہی ہے (ہماری دعائیں اور تمنائیں ان کے ساتھ ہیں کہ وہ اس نیک کام میں کامیاب ہوجائیں)

آپ ۴ مارچ ۱۹۷۸ء کو ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئے اور اپنے بیش بہا سرمایہ نئی نسل کے لئے چھوڑا لیکن سید ہاشمی کی شاعری اسوقت تک نامکمل دکھائی دے گی جبتک آپ کی تخلیقات کتابی شکل میں شائع نہ ہوں گی۔

علی بخش دشتی
لیکچرار
شعبہ جغرافیہ

اقبال
بحیثیت شاعر فطرت

فطری شاعری میں انگریزی زبان کے شاعر ورڈ سورتھ فطرت کی عکاسی کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی نظم "ویسٹ منسٹر برج" بطور مثال پیش کی جاتی ہے جس کے چند خوبصورت شعر یہ ہیں

Earth has not any thing to show
more fare. This city now do-
the like a garment wear. The
beauty of morning silent bare.
Never did run more beautiful
steep Never saw I never left a
calm so deep.

Dear God ! The Very houses
seem sleep and all that might
heart is lying still.

اقبال کی منظر کشی کو ورڈ سورتھ کے منظر کشی کے مقابلے میں نہایت فخر کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے وہ الفاظ کے ذریعہ فطرت کی ایسی تصویر کھینچتے ہیں کہ حقیقت آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ اقبال تجریدی تصورات کو ٹھوس شکل میں پیش کرتے ہیں اور الفاظ کے طلسم سے بے جان اشیاء میں روح پھونک کر ان کے ذریعے اپنا پیام دنیا والوں تک پہنچا دیتے ہیں ان کی نظم "بزم انجم" ادبی مصوری کا ایک انوکھا اور نادر نمونہ ہے!

سورج نے جاتے جاتے شام سیہ قبا کو
طشت افق سے لے کر لالے کے پھول مارے
پہنا دیا شفق نے سونے کا سارا زیور
قدرت نے اپنے گہنے چاندی کے سب اتارے
محمل میں خامشی کے لیلائے ظلمت آئی
چمکے عروسِ شب کے موتی وہ پیارے پیارے
وہ دور رہنے والے ہنگامہ جہاں سے
کہتا ہے جن کو انساں اپنی زباں میں تارے

ورڈ سورتھ اپنی متذکرہ بالا نظم میں کہتے ہیں کہ شہر صبح کے حسن کو اس طرح زیب کئے ہوئے ہے جیسے کہ وہ اس کا لباس ہے اور اقبال کہتے ہیں کہ شام کے وقت عروس فطرت چاندی کا گہنا اتار دیتی ہے کیونکہ شفق اسے سونے کا گہنا پہنا دیتی ہے اور پھر رات خاموشی کے محمل میں سوار ہو کر چلی آتی ہے۔

ورڈ سورتھ اپنی اس نظم میں جس کا ذکر اوپر آیا ہے خاموشی کو اس طرح بیان

کرتے ہیں کہ اے خدا! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خود مکانات بھی سو رہے ہیں اور طاقت ور قلب و لندن شہر خاموش پڑا ہوا ہے لیکن اقبال اپنی نظم "ایک شام" میں کہتے ہیں

خاموش ہے چاندنی قمر کی
شاخیں ہیں خاموش ہر شجر کی
وادی کے نوا فروش خاموش
کہسار کے سبز پوش خاموش
فطرت بے ہوش ہو گئی ہے
آغوش میں شب کے سو گئی ہے

آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ اقبال خاموشی کو کس قدر اثر آفریں انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک خاموشی اس قدر اثر آفریں ہے کہ اس کے اثر سے خود فطرت ہی بے ہوش ہو کر شب کے آغوش میں سو گئی ہے!!

جو فنکار فطرت سے مغلوب ہوتا ہے وہ اپنی موت کو آپ دعوت دیتا ہے وہ فطرت کی ایک غیر مکمل اور بے جان تصویر پیش کرتا ہے اس کے برعکس حقیقی فنکار اپنی محبت کے زور سے فطرت کو مغلوب کر کے اس کی حدود کو وسیع سے وسیع تر کرتا رہتا ہے وہ فطرت کے خزانوں میں لعل و گوہر کا اضافہ کرتا ہے اس کی تخلیق فطرت کی تخلیق سے زیادہ مکمل اور زیادہ حسین ہوتی ہے۔

وہ حسن، قبح اور خیر و شر پر گہری نظر رکھتا ہے، وہ بوقت واحد مخرب بھی ہے اور معمار بھی ہے، فرسودہ، بیکار اور بدصورت اشیا کو وہ تباہ کرتا ہے اور ان کے کھنڈرات پر اپنی نئی دنیا تعمیر کرتا ہے! اقبال کو فطرت کے حسین مناظر سے محبت ہے، وہ فطرت کا مشاہدہ موضوعی اعتبار سے کرتے ہیں۔ ان کا ذہن موضوع کو پہلے مغلوب کر لیتا ہے اور پھر ان کی جذباتی کیفیت اس میں حل ہو کر صفحۂ قرطاس پر منعکس ہو جاتی ہے۔

اقبال فطرت کو کئی مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں، کہیں تمثیلوں اور کہیں اشعار کے پس منظر کا اس سے کام لیتے ہیں اور کہیں اپنا پیام دینے سے پہلے پڑھنے والے کو ذہنی طور پر تیار کرنے کے لئے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً ساقی نامہ میں کہتے ہیں۔

فضا نیلی نیلی، ہوا میں سرور
ٹھہرتے نہیں آشیاں میں طیور
وہ جوئے کہستاں اچکتی ہوئی
اٹکتی، لچکتی، سرکتی ہوئی
اچھلتی، پھسلتی، سنبھلتی ہوئی
بڑے پیچ کھا کر نکلتی ہوئی
ذرا دیکھ اے ساقی لالہ فام
سناتی ہے یہ زندگی کا پیام

ان اشعار میں اقبال پہلے فرحت بخش فضا اور سرور انگیز کیفیت کو بیان کرتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ جس طرح کہستانی آپ جو دشوار گزار پہاڑوں کو کاٹتی ہوئی آگے بڑھتی ہے اس طرح انسان کو بھی دشواریوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ارتقائی منزلیں طے کرنی چاہئیں۔ یہ منظر کشی کی کیفیت نہ صرف دلفریب ہے بلکہ اقبال کی دعوت کشمکش کی علمبردار بھی ہے جس طرح اس نظم کو پڑھنے سے زندگی کو توانائی ملتی ہے اسی طرح طبیعت میں تازگی اور روح میں فرحت محسوس ہوتی ہے۔

> "اقبال الفاظ کے ذریعہ فطرت کی ایسی تصویر کھینچتے ہیں کہ حقیقت آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ اقبال تجریدی تصورات کو ٹھوس شکل میں پیش کرتے ہیں۔ اور الفاظ کے طلسم سے بے جان اشیا میں روح پھونک کر ان کے ذریعہ اپنا پیغام دنیا والوں تک پہونچا دیتے ہیں۔
>
> (علی بخش دشتی۔ شعبہ جغرافیہ

محمد رفیق بروہی

بی۔ ایس۔ سی۔ گورنمنٹ ڈگری کالج۔ تربت

میرا پسندیدہ شاعر

اکبر الہ آبادی

اکبر الہ آبادی اُردو ادب میں ایک ایسے شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ جنہوں نے شگفتگی، مزاح اور طنز کے ذریعے مغربی تہذیب و ثقافت کے سیلاب کو روکنا اور اپنی مشرقی اقدار کا تحفظ کرنا چاہا۔ وہ ایک ایسے دور میں جوان ہوئے جب انگریز اپنی زبان، ثقافت اور تہذیب کو پوری طرح ہندوستان کے محکوم لوگوں پر مسلط کرنے کے لئے کوشاں تھا اور بات صرف یہیں تک محدود نہیں تھی بلکہ عیسائیوں کے پیشوا اور مذہبی ادارے، ہندوستان کو ان کے مذہب سے بھی ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔ دوسری طرف مسلمانوں کے اندر سر سید احمد خان ایک ایسی تحریک کے قائد کی حیثیت سے سرگرم عمل تھے جس کا مقصد مسلمان قوم کو جدید علوم و فنون سے آگاہ کرنا تھا۔ اور دنیا کے ساتھ قدم ملا کر چلنے کے لئے تیار کرنا تھا۔ اکبر الہ آبادی کو یہ تحریک اپنی تہذیب کی مرگ نظر آرہی تھی۔ اس لئے انہوں نے جہاں سر سید کی تحریک سے اپنی ناخوشی کا اظہار کیا وہاں پوری مغربی تہذیب کو رد کر دیا۔

اکبر الہ آبادی ۱۸۴۶ء میں پیدا ہوئے ان کے والد سید تفضل حسین شاہ اپنے زمانے کے مشہور صاحب علم اور حساب داں تھے۔ ابتدائی تعلیم اکبر نے اپنے والد سے حاصل کی۔ عملی زندگی کا آغاز منشی کی حیثیت سے کیا بعد میں ریلوے میں ملازم ہو گئے تین سال تک ریلوے میں کام کرنے کے ساتھ قانون کی کتابیں بھی پڑھتے رہے۔ چوتھے سال وکالت کا امتحان دیا اور کامیاب ہونے کے بعد دو سال وکالت کرتے رہے۔ آدمی ذہین تھے۔ جلد مشہور ہو گئے اور نائب تحصیلدار بنا دیئے گئے۔ پھر ہائی کورٹ کی وکالت کا امتحان پاس کیا۔ جس کے نتیجہ میں مجسٹریٹ ہو گئے۔ پھر سب جج اور آخر میں سیشن جج الہ آباد مقرر ہوئے۔ ۱۹۰ء میں حکومت نے خان بہادر کا خطاب دیا۔ ۹ ستمبر ۱۹۲۱ء میں ۷۵ سال کی عمر

میں اس دنیا فانی سے چل بسے۔ قوم نے انہیں لسان العصر کا خطاب دیا۔

اکبر الہ آبادی کو شعر کہنے کا شوق بچپن سے تھا۔ شروع میں انہوں نے نظمیں اور غزلیں کہیں۔ لیکن پھر بعد میں اپنے لئے ایک الگ انداز چن لیا۔ جس میں ظرافت کے ساتھ طنز کے نشتر بھی تھے۔ اور اکبر نے ان نشتروں سے اصلاح قوم کا جو کام کیا وہ کسی سے نہ ہوسکا۔ انہوں نے زندگی کے ہر شعبے کے متعلق اپنے مخصوص رنگ میں اظہار کیا۔ اکبر الہ آبادی کو اپنی پرانی تہذیب اور معاشرہ اسکی خامیوں سمیت بڑا عزیز تھا۔ ان کی نگاہ میں قدیم طریق کو چھوڑنا اور جدید طرز اختیار کرنا گویا اسلام سے کفر کی طرف جانا تھا۔ اس لئے وہ جدیدیت کے سیلاب کے آگے کمربستہ ہو گئے۔ یہ ایک ایسی کوشش تھی۔ جس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلتا تھا۔ بہر حال اکبر الہ آبادی ایک قدیم تہذیب کو بچانے والوں کی حیثیت سے زیادہ پہچانے جاتے ہیں۔

فنی لحاظ سے اکبر الہ آبادی ایک کامل شاعر ہیں۔ رکیک بات نہیں کہتے۔ انگریزی اور ہندی کے الفاظ استعمال کرکے لفظ بیان پیدا کرتے ہیں۔ آخر میں اکبر الہ آبادی کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

- اکبر نے کہا سن لو یار اللہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
  یاروں نے کہا یہ قول غلط تنخواہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

- مل نہ سکتی ممبری تو جھیل ہی کو جھیلتے
  ناتواں ہیں ورنہ کوئی کھیل ہم بھی کھیلتے

- بتاؤں آپ سے مرنے کے بعد کیا ہوگا
  پلاؤ کھائیں گے احباب، فاتحہ ہوگا

- ہم کیا کہیں احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے
  بی۔ اے ہوئے، نوکر ہوئے، پنشن ملی اور مر گئے

عطاء اللہ قحطانی دشتی
سیکنڈ ایئر

بلوچی رزمیہ شاعری

دنیا کی تمام مہذب زبانوں کی طرح بلوچی زبان کا دامن بھی روحانی گیتوں رزمیہ شاعری اور تاریخی داستانوں سے مالا مال ہے بلوچوں کی زندگی قبائلی رہی ہے۔ ان کے درمیان قبائلی زور آزمائی ہوتی رہی اِن کے باہمی خاندانی اور قبائلی عداوتیں سالہا سال چلتی رہیں چنانچہ بلوچی ادب کا زیادہ حصہ اِن خصوصیات کی نمائندگی بھی کرتا ہے اسی لئے بلوچی ادب میں رزمیہ داستانوں کا بڑا ذخیرہ موجود ہے جس میں قبائل کے باہمی جنگ وجدل کا ذکر ملتا ہے اور یہ حصّہ ادب زیادہ تر رزمیہ شاعری پر مشتمل ہے۔

رزمیہ اشعار وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جو بذاتِ خود میدان جنگ میں موجود لڑائیوں میں شامل اور حملہ کے وقت سب سے آگے ہوتے ہیں ایک بلوچ شاعر اس سلسلے میں یوں کہتا ہے۔

شعر ہما مرد گوشنت
دت موہری دعوا گرنت

یعنی

شعر وہ جوانمرد کہتے ہیں
جو لڑائی میں آگے آگے ہوتے ہیں

اسی طرح بلوچی رزمیہ شاعری میں ان فرزندوں کا ذکر ہے جو کہ میدان جنگ میں سب سے آگے اور پیش پیش تھے، اگر یہ کہا جائے کہ بلوچی رزمیہ شاعری میر چاکر خان رند اور میر گوہرام لاشاری کی مرہون منت ہے تو میرے خیال میں مبالغہ نہ ہوگا۔ کیونکہ بلوچی رزمیہ شاعری کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بلوچی رزمیہ شاعری کا ابتدا اِن دونوں جانبازوں کے آپس کے قبائلی جھگڑوں سے ہوتا ہے۔ بلوچی رزمیہ شاعری میں میر چاکر رند اور میر گوہرام لاشاری کی حریفانہ نوک جھوک کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اِس صنف سخن میں طعن وتشنیع کے جو تیر وخنجر چلائے گئے جو مؤثر شستہ اور سلیس مگر پُر جوش زبان استعمال کی گئی اور جن برمحل موزوں اور شائستہ تشبیہہ واستعاروں سے کام لیا گیا۔ بلوچی رزمیہ شاعری میں اُن کی نظیر بہت کم ملتی

ہے اس سلسلے کی ایک نظم میں میر چاکر رند اپنے حریف میر گوہرام لاشاری کو للکار کر کہتا ہے ۔

مرد بی کہ مرداں ٹیپتگے
رنداں گوں سیال جیڑواں

یعنی

اب مرد بنو کہ
تم نے مردوں کو للکارا ہے
تم نے رندوں کے ساتھ برابری کا دعوٰی کیا ہے

بلوچ اگر آج تک خانہ جنگیوں قبائلی چپقلشوں میں مبتلا رہے اِن کی وجہ بلوچوں کی فرسودہ روایات اور غیر ضروری رسم و رواج اور جہالت ہے اور اس کے علاوہ بلوچوں کا وہ فعل بھی ہے جسے ہم بلوچی میں "شگان" یعنی طنز و طعنہ کہتے ہیں لیکن اردو میں طنز یا شگان کی کوئی گہرائی نہیں ہے ۔ بلکہ ایک عام لفظ سمجھا جاتا ہے ۔ لیکن بلوچی میں طنز یا شگان کی بہت بڑی اہمیت ہے اس شگان کی وجہ سے بہت سی مائیں اپنے لخت جگروں سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور بہت سی بہنیں اپنے بھائیوں کی ہمیشہ جدائی سے خون کے آنسو رو دیں بلوچی رزمیہ شاعری شگان یا طنز سے بھری پڑی ہے ۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو، کہ میر گوہرام اپنی اس مشہور رزمیہ نظم میں میر چاکر خان رند پر طنز کرتے کہتا ہے ۔

پہر نہ بندے وچوڑ نہ جنڈینے
ہپت زرو ہپتاد کوہ بگوازینے
ڈھاڈر ءِ جنپا پہ سرءَ زیرے
سر برے اِستیناں جنے تکہت ءَ
ترا یار میرھانی بیل نہ بنت جنگی

یعنی چاکر

یعنی تم پھر کبھی فخر سے اپنا سر نہیں ہلا سکو گے اب اگر تم سات سمندر اور ستر پہاڑوں کے پار بھی گذر جاؤ ڈھاڈر کی پہاڑوں کو سر پر اٹھالو بادلوں کے اوپر اپنا تخت بچھا دو تب بھی میر ہانی جیسا لڑاکا ساتھی تمہیں واپس نہیں مل سکے گا ۔

بلوچی رزمیہ شاعری میں چاکر رند میر گوہرام لاشاری اور دوسرے رزمیہ شاعروں کے علاوہ میر بالاچ کا بڑا حصہ ہے ۔ بالاچ بن گرگیج کی رزمیہ شاعری بلوچی ادب میں ایک اہم مقام رکھتی ہے ۔

جب بالاچ کا پیارا بھائی (دودا) ایک بیوہ عورت (ستی) کی حمایت کی وجہ سے مارا گیا ۔ دودا کی قتل کے بعد دودا کی بیوی اور گھوڑوں کی حالات کو دیکھ کر بالاچ کے دل میں جذبات کا جو طوفان اُٹھتا ہے اس کا اظہار اُس نے جس خوبصورتی اور آتش فشانی سے کیا ہے وہ بالاچ جیسے ایک قادر الکلام شاعر کا ہی حصہ ہے کہتا ہے :۔

دودا تئی کوری کشگ
ایر مالگ ودستی شگ
من ءَ منڈءَ پراموش نبیت
دردے من بالاچ ءِ دل ءَ
چرّاں وکایاں چہ درا
بچّاں ءَ گنداں بے پت
واب گپتگنت روچ ءِ سرءَ
بردس بالاچ ءِ دل ءَ
جوانیں جن ءَ موتھاڑو ءَ
ھلّ بیت ڈیلش مُنگی
ھل بیت وموی ءِ رچیت
من زمگیں پیراھن ءَ
دردے من بالاچ ءِ دل ءَ

یعنی

دودا اندھوں کی تیرا مارا جانا
زمین پر تیرا گرنا اور کف افسوس ملنا
مجھے کبھی فراموش نہیں ہوگا
بالاچ کے دل میں ایک درد اٹھتا ہے
باہر سے گھوم پھر کر جب میں آتا ہوں
تیرے یتیم بیٹوں کو دیکھتا ہوں
جو دھوپ میں پڑے سوتے ہیں
بالاچ کے دل میں ایک درد اُٹھتا ہے
جب تیرے گھوڑوں کو دیکھتا ہوں
کہ دھوپ میں بھوکے بندھے رہتے ہیں
بالاچ کے دل میں درد اُٹھتا ہے
جب میں تیری اچھی بیوی کو غمگین دیکھتا ہوں
اور یہ دیکھتا ہوں اسکی قامت زیبا

موم کی طرح پگھل کر

اس کی نرم قمیض پر گرتی رہتی ہے

بالاچ کے دل میں درد اٹھتا ہے

بلوچ شاعر اپنی اپنی رزمیہ نظموں میں واقع کی تفصیل بیان کرنے میں مہارت رکھتے ہیں واقع کی ابتداء سے انتہا تک اس خوبی سے بالتفصیل بیان کرجاتے ہیں کہ سامعین کے سامنے فلم کی طرح لڑائی کا سماں بندھ جاتا ہے مثال کے طور پر میر ممل کی یہ نظم بلاجھجک پیش کی جاسکتی ہے دوست کا پیغام پا کر میر ممل پر جو کیفیت گزرتی ہے۔ اور جس طرح وہ دوست کی ملاقات کیلئے بیتاب ہو جاتا ہے۔ اس کی کوئی کرٹی شاعر کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہتی۔ کہتا ہے۔

دوست کا پیغام سن کر

میں ایک مدہوش کی طرح اچھل پڑا

میں نے کمر کس کر

اپنی ہندی تلوار اس میں اٹکادی

پھر میں نے غلام سے کہا

میرے رات کی طرح کالے گھوڑا پر

زین کس کر لاؤ

لمبی چھلانگیں لگانے والے میرے مشکی گھوڑے پر

منل ساخت کی زین ڈال کر

آرام دہ زین پر میں بیٹھ گیا

سمندری ہوا کے نرم جھونکوں نے مجھے مسحور کردیا

مشکی کی باگیں ہلاکر

میں نے اسے تیز خرامی پر ابھارا

نیلے سمندر کے کنارے کنارے

خاموش فضا کو چیرتے ہوئے ہم جارہے تھے

رات کا پہلا پہر تھا

چاند جب طلوع ہوا تو

میرا قلم گوش گھوڑا شاہراہ پر چل پڑا تھا

بلوچی رزمیہ شاعری جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں زیادہ تر قبائلی جھڑپوں سے متعلق۔ بعض لوگ ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے کو بہادری اور ایک شریفانہ فعل سمجھتے تھے۔ اس لئے ایک بلوچی شاعر کہتا ہے:۔

حیرانی ٹسُن وراں تنت
سیت گوں تنکلیں جنگاں تمنت

یعنی

وہ قبیلے امن سے رہنا چاہتے ہیں
تباہ وبرباد ہوجاتے ہیں
فائدہ توصرف اچھی لڑائیوں سے حاصل ہوتا ہے

بلوچ شعرا نے جنگ سے متعلق بارہا خیال آرائی کی ہے اگر ایک شاعر نے جنگ کو جوانمردوں کا مشغلہ قرار دیا ہے تو دوسرے نے اسے کالی رات اور تباہی وبربادی کا پیش خیمہ ٹھہرایا ہے اس سلسلے میں بلوچی کے نامور شاعر گاہی گور گیج کی رائے بھی قابلِ غور ہے اپنی ایک رزمیہ نظم میں اس نے میدان جنگ میں مرد ونامرد یعنی بہادروں اور بزدلوں کی تعریف کی ہے یہ نظم بلوچی رزمیہ شاعری میں ہر لحاظ ایک بلند مقام رکھتی ہے شاعر کہتا ہے :

راج ءِ خان روچنت جنگ سیائیں شپ ٹنت
جنگ ہر مرد ومرکباں جوانیں روچ ٹنت
گہوریں ہندی بنگویں ہوتاں چرنت
دو ددیں کوٹانی سواداں زیل کنت

یعنی

خان رعایا کے لئے روز روشن کی طرح ہیں اور لڑائیاں کالی راتوں جیسی ہیں
لڑائیاں جوانمردوں اور گھوڑوں کے لئے اچھے دن نہیں ہوتے۔
اس دن جواہر دار ہندی تلواریں بہادروں کو چیرتی ہیں۔
اور آباد قلعوں کو اجاڑ کر بے لطف کردیتی ہیں۔

بہادروں اور بزرگوں سے متعلق گاہی گور گیج کہتے ہیں کہ بزدل لڑائی سے پہلے بڑی بڑی ڈینگیں مارتے ہیں لیکن جس وقت لڑائی کا بازار گرم ہوجاتا ہے تو وہ پہلو بچاکر نکل جاتے ہیں لیکن بہادر ہنسی خوشی میدان جنگ میں کود پڑتے ہیں اور اپنے ننگ وناموس کی حفاظت کے لئے تلوار چلاتے ہیں۔ کہتا ہے

چندھا ورنا پہ دپ ءِ گوزان ءَ جنت
جنگ ہمو نجا بیت پدا پنہاد ءَ گرنت
بنگویں ہوتانی رگام ءِ ہمراہ نہ بنت
اِچ پدا گرد ءِ نشتگ وہموداں ورنت

گوں دوئیں دستاں پہ سروزاناں جنت
جنگانی دھک ءِ ہر چہار کنڈاں ءِ ترانت

یعنی

کئی نوجوان اپنے منہ سے تو بڑی ڈینگیں مارتے ہیں
لیکن جب گھمسان کا دن پڑتا ہے
تو پہلو تہی کر لیتے ہیں اور
بہادر نوجوانوں کا لڑائی میں ساتھ نہیں دیتے ہیں
بعد میں ان کے سوگ میں بیٹھتے ہیں
اور دونوں ہاتھوں سے اپنے سر اور ران پیٹتے ہیں
اور افسوس کرتے ہیں
لیکن اس وقت جب کہ میدان کارزار گرم تھا
وہ لڑائی کی دہشت سے بدک کر
چاروں طرف بھاگ پھرتے تھے

میرا بلوچی رزمیہ شاعری پر مضمون ختم ہوا لیکن بلوچوں کی رزمیہ شاعری ختم نہیں ہوئی وہ بدستور پھلتی پھولتی اور آب و تاب سے آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ البتہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ بلوچی رزمیہ شاعری بھی وقت کے ساتھ بدلتی اور مزید پختگی اور جانداری حاصل کرتی جائے گی۔

نور بلوچ
ڈیمانسٹیٹر کیمسٹری

فیل ہونے کے فوائد

یہ ایک مشاہدہ ہے کہ ہر سال کامیاب طلبا کی تعریف کے پل باندھے جاتے ہیں دور دراز سے مبارک ہو کے پیغام موصول ہوتے ہیں۔

اخبار اور جرائد اول آنے والے طلبا اور طالبات کے نام اور مختصر سوانح حیات جلی سرخیوں کے ساتھ دیتے ہیں۔ دستیاب ہو جائے تو فوٹو بھی صفحہ اوّل پر شائع ہوتا ہے۔ مگر جو طالبات و طلباء بدقسمتی سے فیل ہو جاتے ہیں۔ انکی دل جوئی کے لئے لوگ قلم اٹھانا ہی گناہ سمجھتے ہیں۔ انکی اور انکے والدین اور عزیز و اقارب کی تسلی کے لئے انکی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ آج میں ان ہی طلباء سے مخاطب ہوں جو دوشیزہ ناکامی سے ہمکنار ہیں۔ اور فیل ہونے کے جو گوناگوں فوائد انہیں حاصل ہیں منظر عام پر لاتا ہوں۔

کامیابی کا زینہ ناکامی کی بہت سی سیڑھیوں سے بنا ہوا ہے۔ ناکامی دراصل کامیابی کی شاہراہ ہے۔ مگر مقام تاسف ہے کہ معدودے چند طلباء ہی اس ضرب المثل کو سمجھتے اور اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ فیل شدہ طلباء کو "کام چور"، "خفتہ بخت" "بدنصیب" اور ایسی طرح کے دوسرے زبردست اور زور آور القاب سے نوازا جاتا ہے شاید وہ نہیں جانتے ہیں کہ ؎

گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بَل چلے

آئیے اب ہم اس مسئلے کے تاریک پہلو پر نگاہ رکھنے کی بجائے اس کے روشن پہلو کو پرکھیں۔ فیل ہونے سے یا کسی مقصد میں ناکام ہونے سے انسان کے لئے کامیابی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اگرچہ فیل شدہ طالب علم وقت اور دولت کے بے جا استعمال کا موجب ہوتا ہے۔ تو یہ ایں ہمہ اس کے سامنے کامیابی کے مخفی راز بھی افشاں ہوتے ہیں۔ فیل شدہ طالب علم اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ کالج میں اپنی زندگی اطمینان اور رومانی انداز میں گذار سکے۔ اس کا راستہ صاف اور ہموار ہوتا ہے۔ اس کے برعکس کامیاب

کا راستہ خار دار۔ پر پیچ اور سر دردی کا باعث۔ کیونکہ کامیابی کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ تفریح طبع اور میٹھی نیند کی بہترین گھڑیاں محنت کی نذر کرنی پڑتی ہیں۔ اس کی دنیا ایک "محدود دار المطالعہ" ہو کر رہ جاتی ہیں جس سے نہ صرف اس کی نکتہ نگاہ کو ہی خسارہ ہوتا ہے بلکہ جسمانی صحت بھی خراب ہو کر رہ جاتی ہے۔ زیادہ مطالعہ اور کرم کتاب بن کر رہ جانا بھی انسان کو بزدل بنا دیتا ہے۔ اور پھر امتحان بھی تو خالہ جی کا گھر نہیں۔

سرا خون چوستے رہتے ہیں یہی امتحان اکثر
کبھی سہ ماہی ششماہی کبھی نو ماہی سالانہ

ناکامی بھی ایک ایسی البیلی ہے۔ جو صرف چند اور مخصوص طلباء سے ہی مانوس ہوتی ہے۔ تاہم ناعاقبت اندیش لوگ اس کو برا ہی خیال کرتے ہیں۔ یہی ایف ایس سی کی سند اور بی۔ اے کی ڈگری حاصل کر لینے اور پھر ملازمت کی تلاش میں دربدر کی ٹھوکریں کھانے میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ اور پھر موجودہ حالات میں ملازمت ملتی بھی کہاں۔ علاوہ ازیں دفتر میں کولہو کے بیل کی طرح صبح سے شام تک ایک ہی طرح کا کام کرنا پاس شدہ طالب علم کے لئے وبال جان اور قید با مشقت سے کم نہیں۔ جس نے اپنی اٹھتی جوانی کے چند سال کالج کی کھلی آزاد اور پرسکون فضا میں گزارے ہوں۔ کالج کے سنہری زمانہ اسکی دلچسپ اور روح پر کیفیات کا موازنہ دفتر کی ندرانہ دماغ سنوری اور روح فرسائی سے کریں۔ تو حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ کہاں معمولی سی علالت پر ایک ہفتہ کی چھٹی کا مل جانا اور کہاں ذرا سی غلطی پر ایک ہفتہ کی تنخواہ ضبط ہو جانا نیز محض سحر طراز اور جادو بیاں پروفیسروں کی باتیں سننا ہی کتنا حسین ہے۔

ناکامی سے گھبرانے والوں کو شاید علم نہیں کہ ناکامی ہمیں زندگی کے زریں اصول اور گر بتاتی ہے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد انسان زندگی کے لامحدود راستہ پر گامزن ہوتا ہے۔ قدم قدم پر ناکامیاں اور نامرادیاں درپیش ہوتی ہیں۔ رنج والم گھیر لیتے ہیں۔ حوصلہ مندی گردش ایام کی نذر ہو جاتی ہے۔ مشکلات و مصائب کا طوفان بے تمیزی امڈ آتا ہے۔ ایسے حالات میں ناکامیوں سے کھیلنے والا انسان یہ کہتا ہے۔ ؎

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

فیل شدہ طلباء کا اثر و رسوخ پاس شدہ طلباء کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس میدان کے پرانے

کھلاڑی ہوتے ہیں۔ یہ اصحاب کالج کے مایہ ناز شخصیتیں خیال کیئے جاتے ہیں۔ اس لیئے گیم کا کیپٹن، یونین کا وائس پریذیڈنٹ اور اسی طرح کے دوسرے عہدوں پر فائز ہونے کے اور مواقع انہی لوگوں کو میسر آتے ہیں۔ کسی وزیر یا اعلیٰ افسر کی آمد یا تقریبات کے ناظم بھی لوگ ہوتے ہیں۔ اس لئے ڈرامہ کے ایکٹر وغیرہ بھی انہی لوگوں میں سے لئے جاتے ہیں۔ جرمانہ کی معافی اور وظیفہ کے اجرا کے وقت انکی سفارش کارثابت ہوتی ہے۔

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ مندرجہ بالا فوائد اب ہر کسی کو میسر نہیں آتے جسکی وجہ سے طلباء کا ضرورت سے زیادہ فیل ہونا ہے۔ گویا اب اس میدان میں بھی بے روزگاری کا دور دورہ ہے۔ اور ہے بھی درست۔ کیوں نہ ہو ایک انار صد ہا بیمار پیدا ہو رہے ہیں۔ جوں جوں فیل ہونے والوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ توں توں فیل شدگان کی ہر دلعزیزی، شہرت اور مانگ میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک مقام ایسا آجائے گا۔ جہاں یہ فوائد حاصل کرنا از حد مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ کیونکہ اِلّا ماشاءاللہ کی قوم کامرانی سے ناکامی کی طرف تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ خدشہ ہے۔ کہ کہیں اس میدان میں بھی دوشیزہ ناکامی کے حصول کے لئے فیل شدگان میں "رشوت" شروع نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد فیل ہو جانا انتہائی نقصان دہ ہوگا اور چار و ناچار ان طلباء کو پاس ہی ہونا پڑے گا۔

طنز و مزاح

نور بلوچ
ڈیمانسٹیٹر کیمسٹری

کیمسٹ کا محبّت نامہ

ڈیر جب تم مسکراتی ہو۔ تو مجھے یہ محسوس ہوتا ہے۔ کہ جیسے دو ٹیسٹ ٹیوب آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔ تمہارے یہ سپیرائیکل (SPHERICAL) گال پیرابولا (PARABLLA) ہونٹ اور یہ خوبصورت حسن کو دیکھکر میرا دل مرکری (MURCARY) کی طرح تڑپنے لگتا ہے۔ اُف وہ تمہارا میری طرف فوکس کرکے مسکرانا۔ قسم ہے نیوٹن کی مجھے یوں لگا جیسے میرا دل فاسفورس کا ایک ٹکڑا ہے جو ۳۵ درجے پر جل رہا ہے۔ تمہارے بغیر میری زندگی ہائیڈروجن سے بھی ہلکی ہے۔ مجھے تمہاری محبت نے کاربن ڈائی آکسائیڈ کی طرح بے رنگ بے بو بے ذائقہ بنا دیا ہے۔

میں تمہاری جدائی میں گندھک کی طرح زرد ہوگیا ہوں۔ آخر میں کب تک دھواں دینے والے سپرٹ لیمپ کی طرح جلتا رہوں گا۔ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارا قُرب کیلشیم سے زیادہ اثر رکھتا ہے۔ تمہاری سانس میرے لئے آکسیجن سے زیادہ افادیت رکھتی ہے۔ جب میں نے تمہیں مورب عدسہ میں ۹۰ درجے زاویہ پر دیکھا تو تم اور حسین پنکش (PINKISH) کلر کے نظر آنے لگے۔ کاش کوئی لٹمس پیپر ہو۔ جس میں میرے دل کا رنگ نظر آئے۔

پلیز خدا کے لئے اب میرے پیار کو پیار سمجھو۔ اور اور ہیرنٹل پلین (ORIZENTAL PLANE) پر (LAW OF MOTION) کو سامنے رکھکر پوری ولاسٹی (VELOCITY) کے ساتھ میری طرف روانہ ہو جاؤ تاکہ میرے دل کو زنگ نہ لگ جائے

تمہیں بھی معلوم ہے کہ میرا صبر کا پیمانہ ۱۰۰ تک پہنچ چکا ہے۔ اور اگر میرے پاس آنے سے مجبور ہو۔ تو سن لو۔ میں تمہارے نام کا ایک پیالہ جو کہ کنسنٹریٹڈ سلفیورک ایسڈ (CONCERNTRATED HSO) کا شربت کی طرح پی جاؤں گا۔ اور اپنی ہڈیاں (BONES) گلا ڈالوں گا پھر کیا ہوگا۔ میرے لاش کو بولان میڈیکل ردم میں پریکٹس کے لئے رکھا جائے گا۔ تاکہ کوئی محبت کرنے والا اپنا انجام دیکھے۔

نور محمد لپنوی
کلاس سیکنڈ ایئر
گورنمنٹ ڈگری کالج تربت مکران

سائنس کے کرشمے

سائنس کے لغوی معنی صرف باقاعدہ علم و حکمت ہے۔ لیکن اصطلاح میں اس سے مراد موجودات عالم کی علمی تحقیقات اور اس پر تفصیلی بحث ہے۔ سائنس ایسا مطالعہ قدرت ہے جس سے قدرت کی نیرنگیوں اور گوناگوں تبدیلیوں کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

سائنس نے ہماری ضروریات کی بہت سی آسائش مہیا کی ہیں۔ مثلاً بجلی۔ ہوائی جہاز۔ موٹر کاریں اور بہت سی دیگر مشینیں جو کہ روزمرہ زندگی میں استعمال ہوتی ہیں۔ سائنس کی مدد سے انسان نے چاند تک کو تسخیر کر لیا ہے۔ انسان نے اسی سائنس کی بدولت بہت سے مشاہدات و تجربات اور ایجادات کی ہیں۔ اگر ہم قدیم انسان کو دیکھیں تو وہ پیدل، اونٹوں، گدھوں پر سفر کرتا تھا۔ جب وہ پرندوں کو اڑتے دیکھتا تو اس کے دل میں بھی اڑنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش انسان بھی پرندوں کی طرح آسمان کی بلندیوں میں پرواز کر سکے۔ آخر کار اسی خواہش کے تحت انسان نے ہوائی جہاز ایجاد کیا۔ قدیم انسان کو چند میلوں کا فاصلہ مہینوں میں طے کرنا پڑتا تھا۔ لیکن جدید سائنسی دور میں انسان منٹوں اور گھنٹوں میں ہوائی جہاز اور موٹر کاروں کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ سائنس نے فاصلوں کی وسعت کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ یہ سب ترقی سائنس ہی کی بدولت ممکن ہوئی۔

علم سائنس کی بدولت آج ہمارے پاس ریڈیو۔ ٹیلی ویژن۔ ٹیلی فون اور ٹیلی گراف ہیں۔ جنہوں نے خبر رسانی کے کاموں کو آسان بنا دیا ہے۔ ادھر بات کی اُدھر میلوں سمندر پار اپنے احباب اور دوستوں سے گفتگو ہو جاتی ہے۔ ہمارے پیغامات دم بھر میں اڑتے ہوئے اصل مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ قدیم زمانے میں اگر کسی ملک میں سیلاب آجاتا یا وبا پھیلتی تھی تو مہینوں بعد دوسرے ممالک کو خبر ہوتی تھی۔ آج اگر دنیا کے کسی گوشہ میں کوئی حادثہ ہو تو پل بھر میں اس حادثے کی خبر مل جاتی ہے۔ ہمارے ریڈیو اور ٹیلی ویژن اس حادثے کی جزئیات تک ہمیں خبریں بہم پہنچاتے ہیں۔ یہ سب ترقی

سائنس کی ہی وجہ سے ممکن ہوئی ہے ۔

پہلے دنیا کے گرد سفر کرنا ایک کارنامہ تھا۔ اب معمول بن چکا ہے۔ آواز سے بھی زیادہ تیز رفتار طیارے ایجاد ہو چکے ہیں اور اب ایٹمی توانائی سے چلنے والے طیارے پر تحقیق ہو رہی ہے۔ اس تیز رفتاری نے بنی نوع انسان کو ایک برادری میں تبدیل کر دیا ہے۔ وقت کا تصور بدل چکا ہے۔ اب انسان موسمی کیفیات پر بھی قابو پا چکا ہے۔ سلگتی ہوئی دوپہر میں آپ ایئرکنڈیشنڈ کمرے میں بیٹھ کر موسم سرما کا لطف اٹھا سکتے ہیں۔ اور سردیوں میں بٹن دباتے ہی کمرے کا موسم آپ کی پسند کے مطابق ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ریفریجریٹر میں آپ کھانے پینے کی چیزوں کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

سائنس نے طباعت کی سہولت بہم پہنچا کر علم کی تحصیل کو بھی بہت ہی آسان کر دیا ہے۔ سینکڑوں چھاپہ خانے دن رات کتابوں کی طباعت کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ سائنس نے علم طب میں بہت زیادہ ترقی کر لی ہے۔ آج کوئی ایسا مرض نہیں جس کا علاج معلوم نہ ہو۔ طب کے ذریعے آج انسانی دل کو بھی تبدیل کیا جا چکا ہے اور ناکارہ اعضاء کو تبدیل کرنا تو بہت ہی آسان ہو گیا ہے۔ آج سائنس کی بدولت روزانہ ہزاروں انسانوں کو موت کے منہ سے بچایا جاتا ہے۔

الغرض سائنس نے انسان کو ایسی ایسی آسائشیں اور سہولتیں بہم پہنچائی ہیں۔ جن کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

محمد اسحاق
لیکچرار (اردو)
گورنمنٹ ڈگری کالج - تربت

بلوچ قوم کا رہن سہن

انسان کے طریقہ زندگی میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ اس کے رہنے سہنے میں بھی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ آج سے ہزاروں سال پہلے انسان غاروں میں رہتا تھا۔ اپنے گھر اور اپنے رہن سہن کا کوئی فکر نہ تھا۔ جہاں دیکھا وہیں آرام کیا اور وہی جگہ ان کی مسکن بن جاتی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک حضرت انسان کرۂ ارض پر اپنا مکان بناتا آرہا ہے۔ یہ کرۂ ارض ایسا گھر ہے جو کہ بحر و بر پر پھیلا ہوا ہے۔ رہنے کے لئے مکان انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ انسان پورا دن کام کاج کرنے کے بعد اپنے مکان میں آکر آرام و سکون محسوس کرتا ہے۔ بغیر مکان کے انسان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ گرمی اور تپشِ سورج سے بچنے کے لئے انسان اپنے مکان میں داخل ہو کر سکون محسوس کرتا ہے۔

صوبہ بلوچستان جس میں اکثریت بلوچ قوم کی ہے۔ بلوچ قوم اپنے رہنے سہنے کے لئے اوائل دور سے لے کر اب تک بہت سی تبدیلیاں لا چکا ہے۔ بالائی بلوچستان جس میں کوہلو۔ میوند، بارکھان۔ سوئی گیس اور ڈیرہ بگٹی کے علاقے شامل ہیں۔ اس علاقے میں مری اور بگٹی قوم رہائش پذیر ہیں۔ یہ قبیلے ہمیشہ ایک جگہ سے منتقل مکان کر کے دوسری جگہ پر آباد ہو جاتے ہیں۔ جہاں زندگی بسر کرتے ہیں وہاں پر جھگیاں تیار کرتے ہیں۔ اپنے رہنے سہنے کے لئے علیحدہ جھگی اور مویشی ڈھور ڈنگر کے لئے علیحدہ جھگیاں بناتے ہیں۔ یہ جھگیاں لکڑی اور چٹائی سے بنائی جاتی ہیں پندرہ بیس کے قریب جھگیاں مل کر ایک بستی بناتے ہیں اور بلوچی میں اسکو "حلق" ہیں۔ مری اور بگٹی اپنے ان جھگیوں سے ملحق ایک مہمان خانہ بناتے ہیں جسے "ادناک" کہتے ہیں۔

بلوچستان کے میدانی علاقوں میں بلوچ قوم اپنے رہنے سہنے کے لئے گھر بناتے ہیں۔ میدانی علاقوں کے اکثر بلوچ اپنے مکانات کچی یا پکی اینٹوں سے تیار کرتے ہیں اور اپنی بلوچ بستی کے ارگرد ایک فصیل یا قلعہ بناتے ہیں آج بھی یہ فصیلیں بلوچ قوم کی عظمت کی یادگار ہیں۔

زیریں بلوچستان جسے مکران ڈویژن کہتے ہیں۔ مکران ڈویژن میں پنجگور۔ تربت۔ مند۔ تمپ۔ گوادر اور پسنی کے علاقے شامل ہیں یہ پورا علاقہ بھی بلوچوں کی آماجگاہ ہے۔ ان بلوچوں کے گھر بنانے کے مختلف انداز ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱ — لُوگ	لوگ اینٹ یا مٹی سے نہیں بلکہ کھجور کے درخت کے مختلف حصوں "گُنٹ گرز" اور "پیش" سے بنایا جاتا ہے. لوگ کی بنیاد تقریباً چھ فٹ مستطیل نما اور اوراس کے بعد سے چھت کا حصہ خیمہ (TENT) جیسا ہوتا ہے.
۲ — گرز دپی	پہاڑی گنّے کی خشک لٹوں، پیش اور گرز سے بنایا جاتا ہے۔ اوراس میں ایک طاق والا دروازہ استعمال کیا جاتا ہے.
۳ — کُل	لوگ سے ملتی جلتی ایک امیرانہ رہائش گاہ جس کے مستطیل نما بنیاد چھ فٹ تک کچی مٹی یا اینٹوں کی مدد سے بنائی جاتی ہے۔ اور بقیہ حصہ چٹائی، گرز کنٹ وغیرہ سے مکمل کی جاتی ہے.
۴ — ہر کُشپت	آمین کے دوران فصل وغیرہ کی نگہداشت کے سلسلے میں ایک امیرانہ عارضی رہائش گاہ جو نخلستان میں بناتی جاتی ہے.
۵ — گِدان	یہ خانہ بدوش بلوچوں کی رہائش گاہیں ہیں. گدان کمان نما لکڑی پر بکری کے بالوں سے بُنی ہوئی چادر سے بنائی جاتی ہے.
۶ — ٹپوُ	چٹائی کی بنی ہوئی ایک غریبانہ رہائش گاہ جس کی بنیاد مستطیل نما کی بجائے دائرہ نما ہوتی ہے.
۷ — کاپر	ایک چار پایہ سائبان جو کنٹ گرز وغیرہ سے بنائی جاتی ہے اور گھروں کے سامنے بطور چھپر استعمال کی جاتی ہے.
۸ دودپ	دودپ چٹائی سے بنائی جاتی ہے. ساخت کے اعتبار سے یہ "لوگ" یا "کُل" کے اوپر والے حصہ سے ملتی جلتی ہے. گرمی میں اس کے سایہ میں گھر کے افراد آرام کرتے ہیں.

منشیات اور ہمارا معاشرہ

محمد اطہر شاہد
بی - ایس - سی
(میڈیکل) گورنمنٹ ڈگری کالج - تربت

منشیات سے اس دور میں کون واقف نہیں ۔ آپ جب بھی منشیات کا نام لیں گے تو ایک ان پڑھ شخص بھی آپ کو بتا دے گا کہ منشیات کیا ہے ؟ اور ان کا استعمال کیسے اور کتنی مقدار میں کی جاتی ہے ؟ منشیات کا نام سنتے ہی ہمارے ذہن میں فوراً ہیروئن کا نام آتا ہے ۔ جو ہمارے ملک میں عام دستیاب ہے ۔ اور سب منشیات میں سے زیادہ نشہ آور ہے ۔ ہیروئن کے علاوہ ہمارے ملک میں بہت سی نشہ آور چیزیں ہیں ۔ مثلاً بھنگ ۔ چرس اور افیون وغیرہ وغیرہ ۔ عام طور پر غریب لوگوں کو منشیات کی لت پڑی ہوئی ہے ۔ اور وہ بھنگ ۔ چرس اور افیون کا کھلے عام نشہ کرتے ہیں ۔ بعض ایسے لوگ جو بے خوابی کا شکار رہتے ہیں تو وہ زیادہ تر ڈیزا فام ۔ ایٹی وِن اور ویلیئم کی گولیاں استعمال کرتے ہیں ۔ جو کہ نشہ کے زمرے میں آتے ہیں ۔

آخر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوگ منشیات کا استعمال کیوں کرتے ہیں ؟ میرے خیال میں ان کی وجوہات درج ذیل ہیں :۔

۱۔۔۔ غریب آدمی جس کو اپنا پیٹ پالنے کے لئے مناسب روزگار فراہم نہیں ہوتا ۔ وہ اس بات سے دل برداشتہ ہو کر اپنے غموں اور تکالیف کو نشے کے ذریعے ختم کرنا چاہتا ہے ۔ یہ غریب آدمی نشے کی وجہ سے ایک خیالی اور تصوراتی زندگی میں پہنچ جاتا ہے ۔ جہاں اسے وقتی طور دنیوی پریشانیوں سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا ہے ۔

۲۔۔۔ اگر وہ لوگ جن کے پاس زیادہ پیسہ اور فراغت ہے ۔ وہ بھی کسی نہ کسی نشہ آور چیز کے استعمال کے عادی ہوتے ہیں ۔ کیونکہ انکو روزگار اور دوسرے غموں سے فرصت ہوتی ہے ۔ وہ اپنی فرصت اور امارت کو غلط سوچ کی طرف لے جاتے ہیں اور منشیات کا استعمال شروع کر دیتے ہیں ۔

میرے خیال میں منشیات کا نقصان سب سے زیادہ طلباء کو پہنچ رہا ہے ۔ بدقسمتی سے کچھ ضمیر فروش افراد نے اپنے مفاد کے لئے طالبعلموں میں ہیروئن کے استعمال کا رجحان پیدا کیا ہے ۔

اثرات : ہمارے معاشرے میں منشیات کی وجہ سے بہت سے مُضر اثرات پیدا ہو رہے ہیں ۔ جو کہ اس طرح ہیں :۔

۱۔۔۔ سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ منشیات سے انسان کی صحت تباہ ہو جاتی ہے ۔

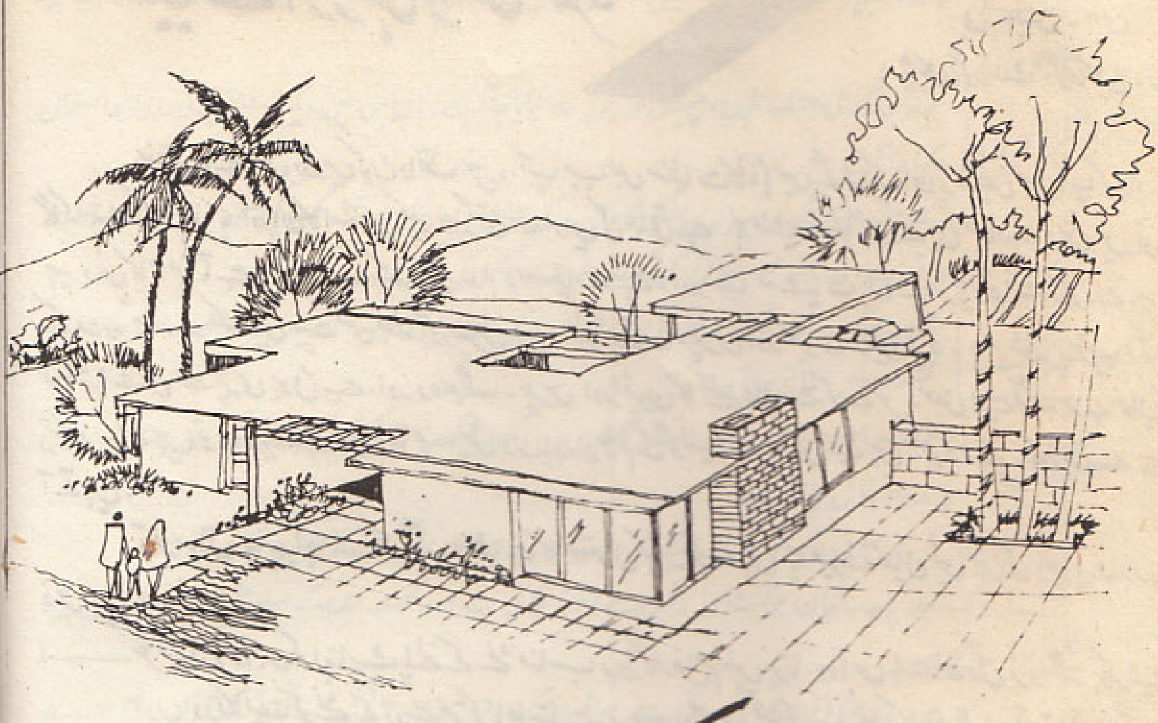
۲۔۔۔ منشیات کا عادی شخص ذہنی طور پر ناکارہ ہو جاتا ہے ۔

۳۔۔۔ روپے پیسے کا ضیاع ہوتا ہے ۔

۴۔۔۔ منشیات کے استعمال سے معاشرے میں مختلف جرائم پیدا ہوتے ہیں ۔

۵۔۔۔ حادثات میں اضافہ ہوتا ہے ۔

ہمیں اپنے معاشرہ کو منشیات سے پاک کرنا چاہیئے ۔ اور منشیات کے خلاف باقاعدہ مہم چلانی چاہیئے ۔



ہدیہ تبریک

مجلہ "بیچ گورنمنٹ ڈگری کالج تربت"

کو پیش کرتے ہیں

العمار - آرکیٹکٹ، انجینئرز اور پلانرز

۱۰۶ الہیٰ سنٹر بمقابل ریگل سینما صدر کراچی - فون نمبر ۷۲۵۵۵۳

قدیم اشاعتی ادارہ

* ناظرین کرام ! مکتبہ اسحاقیہ جونا مارکیٹ کراچی کا ایک قدیم دینی علمی اور اشاعتی ادارہ ہے جو تقریباً تیس سال سے آپ کی گوناگوں دینی، مذہبی، علمی اور تبلیغی خدمات میں مصروف ہے۔
* اس نے دینی، مذہبی، اصلاحی، علمی، درسی و غیر درسی کتب کی صرف فراہمی ہی کی خدمات انجام نہیں دیں بلکہ وقت کی اہم ضرورت کے مطابق بہت سی اہم اور ضروری کتب کو شائع کر کے بھی آپ کی علمی تشنگی کا مداوا کیا ہے۔
* یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور توفیق کے بعد آپ جیسے قدر داں ! حضرات کی حوصلہ افزائی کے سبب ہی ہو سکا ہے جس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عنایات پر سجدہ گزار ہیں۔ وہیں آپ کی توجہ فرمائی اور تعاون پر بصمیم قلب ممنون ہیں۔
* آپ کی خدمت میں علمی دینی اصلاحی اور تبلیغی کتب کی بسہولت فراہمی کے لئے مکتبہ نے اپنی ایک شاخ کتابوں کی مرکزی مارکیٹ یعنی اردو بازار میں بھی یکم جنوری ۱۹۸۴ء سے قائم کی ہے۔
* ہمیں توقع ہے کہ آپ کا بھرپور تعاون حسب سابق حاصل رہے گا۔
* جو حضرات خود تشریف نہ لا سکتے ہوں وہ ہمیں خط تحریر فرمائیں تو ہم بذریعہ وی پی ان کی فرمائش کی تکمیل بھی خاطر خواہ طور پر انجام دیتے ہیں۔
* ہمارے ہاں ہر قسم کی کتب عربی، فارسی، اردو، انگریزی، سندھی، پشتو، بلوچی کا ذخیرہ موجود رہتا ہے۔
* مختلف اداروں کے قرآن پاک، پارے، حدیث، تفسیر، فقہ اور مختلف علوم وفنون کی کتب کا ذخیرہ بھی ہر وقت دستیاب ہے۔

مکتبہ اسحاقیہ جونا مارکیٹ * اردو بازار کراچی

فون : ۲۳۰۲۰۰

رِدءُ بند (بھر بلوچی)

کتابءِ نام ———— کیچ (سالتاک)
زبان ———— بلوچی
دلگوش ———— پروفیسر غلام مصطفیٰ
چھاپ کنوک ———— میگزین سوسائٹی گورنمنٹ ڈگری کالج تربت
سال ———— ۱۹۸۵ء
تاک ———— ۳۸
مُدیر ———— علی بخش دشتی
طالب علم مدیر ———— عطاء اللہ قحطانی

زیرِ انتظام

گورنمنٹ ڈگری کالج تربت مکران

نبشتانکانی ردءُ بند

علی بخش دشتی

شونکاری

کجام علمی بُن جاھے وتی توکا اِے کاربیدا داریت کہ آ علم ءِ دیگ ءُ آئی ءِ شنگ ءُ تالان کنگ ءِ یک نشانی بہی۔ پرچاکہ علمی بُن جاہانی شرّیں وبُن رِدی کاروکوشست ھمیش اِنت کہ علم گیش چہ گیش تالان بہ بیت پہ ے خاطرا علمی بُن جاہ کلاس روم ءِ علمی تالان ءَ ابید دگہ لکچر ءُ کتاب و رسالہ چھاپ کنگ ءِ انتظام ءُ بندوبست کننت ۔ اِے رِداگورنمنٹ ڈگری کالج تربت ءَ اِے سال ءَ وتی مجلّہ "کیچ" چھاپ جنگ ءُ شنگ ءِ دست ءَ اِنت۔ آ ھندگ ءِ علمی نشر واشاعت ءِ خاطرءَ مجلّہ کیچ سوسائٹی جوڑ کنگ بوتگ۔ انشاء اللہ اِے سال ءِ ورڈءَ ھر سال ءَ مجلّہ کیچ چھاپ ءُ شنگ کنگ بیت۔

مجلّہ کیچ ءِ بلوچی بھر شاعری، افسانہ، تاریخ ءُ ثقافت، ھندی قصہ ءُ داستان ءُ تنقیدی مصامین ءَ ھور ھواریں گلدستہ ئے جوڑ اِنت۔

گورنمنٹ ڈگری کالج اے شرپ ءَ داری کہ ایشی وانوک وانینوکانی تہا جوانیں قلمکار ءُ وش گوشتیں شاعر اَستنت۔ عطاء اللہ بلوچ خطانی باقرعلی شاکر، دروش میر، عبدالصبور ءُ واجہ پروفیسر غنی پرواز کالج ءِ آ مزن نامیں قلمکار اَنت کہ آوانی مضامین و اشعار اخبار و رسالہ آنی تہا چھاپ ءُ شنگ بوتگ اَنت

مئے لوگیں وانندہ نسل وتی چاگرد ءِ بارو فکری لحاظ ءَ سک حسّاس ءُ عملی رِدا مزن کوشست ءُ واھگ داریت ہمیشا مئے ورنا شہ وتی چاگردی بارو ءَ معلوم دار اَنت۔ اِے جر آوانی نبشتہ کتگیں خیالاں چہ ظاھر اَنت۔ مضمون "زندگی نام اِنت کوشست ءِ"، "کلمانٹ" ءُ واجہ غنی پرواز ءِ "چیش ءِ ڈرچک" ءِ تہا بیان بوتگیں خیال ظاھر کننت کہ مئے قلمکار چاگردی نابرابری، زند ءِ بے کوشستی ءُ جہالت ءِ بارو ھنچوش سرپد اَنت کہ ایدگہ دنیا ءِ قلمکار ءُ شاعر۔ اے مضمونانی خیالی شرّی ءَ ابید ایشانی فنی خوبی ہم بازجوان اَنت۔ اگاں مئے وانندہ ورنا اِے علمی کوشست ءَ جاری بدار اَنت تو دیم ترا مزن نامیں ادیب، شاعر ءُ دگہ علم زانت جوڑ بنت۔ علمی پڑ ءَ مکران ءَ اِے شرف حاصل اِنت کہ چہ ایشی سرزمین ءَ گل محمد ناطق، ملّا فاضل، ملّا اسماعیل پچل آبادی، سید ھاشمی، کریم دشتی، بشیر بیدار، بشیر احمد بلوچ، میر عیسیٰ قومی، میر عنایت اللہ قومی، غلام فاروق، غنی پرواز ءُ دگہ بازیں دینی عالم ءُ قلمکار پیداک بوتنت۔ اِے اللہ ءِ مزنیں رحمت اِنت کہ مکران ءِ خطہ بلوچستان ءِ ایدگہ خطہ آں شہ علمی پڑا دیما تر اَنت۔

مئے کوشست اِنت کہ کالج ءِ میگزین ھر وھد ءَ گوں علمی مضامین ءَ در بئیت۔ گوں اللہ تعالیٰ ءَ دعا اِنت کہ مئے علم ءَ زیات بکنت و مارا پائندگ داریں علم بدنت۔

کیچ

مشتاق احمد بلوچ

کیچ ءِ نام وتی پُشت ءَ یک تاریخی هندے دار ایت ۔ اے مکران ءِ کُوهن تریں شهراں چہ یکے ایت ۔ اودمرچاں اے جاه ءَ دوار تربت ءِ نام ءَ زانگ بیت ۔ ابید چہ ایشی اے جاه مکرانے ڈویژن ءِ صدر مقام یا ہنجاه هم است اِنت ۔ ۱۹۸۱ سال ءِ مردم هسابی ءِ رِدءَ ایشی جهمنندانی هساب پنجاه و پنچ هزار ءَ چہ زیات اِنت ۔ کیچ ءِ کوچگ ءِ تها بوگ ءِ سبب ءَ اِے هند کیچ گُشگ بوت او همے کیچ اے دمگ ءِ کُوهنیں نام اِنت هم ۔ اِے کوچگ بنامی مکران ءِ کوهانی رِدءَ تیاب دپی مکران ءَ کوهانی رد ءِ بنامجی ءَ کساس یک صد ءُ بیست و پنچ میل ڈراج ءُ بیست میل پراهی ءَ یک سبز تگیں هندے ءُ مکران ءِ نامی ئیں هارکنوکیں کَور بزاں "کیچ کَور" همے کوچگ ءِ تها گوزیت ۔ اِے هند ءِ کلّیں میتگ ءُ هلک کیچ کَور ءِ دوئیں نیمگاں اَنت کہ اوداں مچکدگ هم هست اَنت ۔ نامی ئیں یونانی باج بر سکندراعظم هندوستان ءِ سرا اورش کنگ ءَ رندگوں وتی مزنیں لشکر ءِ چہ همے دمگ ءَ وار تریت ۔

کیچ ءِ لبز بُن اصل ءَ لبز کوچ ءِ بدل بوتگیں شکل ءُ دروشم اِنت ۔ چیا کہ کُوهنیں تاریخ ءِ تها بلوچ ءِ همراهی ءَ کوچ ءِ لبز هم بازکا زمرز بوتگ ۔ یا کہ اِے ڈول کہ وت بلوچ ءَ را کوچ ءِ نام ءَ هم گیر آرگ بوتگ ۔ کہ آ را بازیں راجاں وتی کُوهنیں دپترانی تها وتی وڈا نبشتہ کتگ یا گُشتگ ۔ چوکہ لبز "بلوچ" وت گُشتن ءُ نبشتہ ءِ بازیں بدلیاں رَندوت اِے دروشم ءَ پما تچتگ ایشی کوشانی دروشم "بعلوث" یا "بیلوث" اَت ۔ آشوری ، بابلی یا کلدانی همے لبز ءَ را بیلوس یا بعلوس نبشتہ کنت ءُ گشنت ۔ میانی کرناں عرباں ایشی ءَ رابلوص گُشتگ ۔ وهدیکہ ایران ءِ نندوکاں بلوچ ءِ نام گپتگ ۔ پهک همے ڈول ءَ عرب تاریخ زانتاں "کوش یا کوچ" ءَ را کوفش یا کفش نبشتگ ۔ نوں چوکہ کُوهنیں تاریخ اِے ڈسیت کہ ۶۰۸ ق ۔ م ءُ پد ءَ ۶۱۲ ق ۔ م ءَ کلدانی او بابلی مردماں فارس ءِ گورتچانی پرگنہ (صوبہ) ءِ نیمگا لڈ ءُ بار کتگ ءُ کوش (KUSHITE) یا کوچ ءِ یک ٹولی ءُ بهرے ءَ فارس ءِ زرِ ءِ راه ءَ بلوچستان ءِ تیاب دپی دمگاں نجتگنت ءُ

اے کلّیں دمگ چہ آیانی نامءَ ایر کنگ بوتنت۔ پے
ھاترءَ اے کلّیں تاریخی ئیں کارپداں دیمءَ ایر کنگءَ
رند زیات ھمے ھیال کنگ بیت کہ "کیچ" ءِ لبز
چہ ھماکیچ یا کوچ ءِ بدل بوتگیں شکلے کہ آرا نزیکیں گوستگیں
وھداں لھتیں ایرانی تاریخ زاناں ءُ تاریخ نویساں
کیچ ءِ بدلتگیں شکل پیش دارگ ءِ ناتوانیں مجھد کتگ
وھدیکہ اے وڑا لبز کوش ءِ "بلکوش" یا "بلکوچ" ءِ
لبز بلکوش ءِ بدل بوگ زبان زاناں گشتگ ءِ یدبوت
کنت تہ زبان زانتی ءِ کتہ کار ءُ زانشکارانی اے ھیال
کہ "و" ءُ "ی" ءِ نزیکیں گشگ ءِ تہرءِ
سببءَ بدل بوتن ءِ بوت کنت ءُ آ اے درگتءَ
بازیں درھر دیمءَ کارنت ءُ وت متے وتی زندءَ
انچیں لبز ھم دیمءَ آتگنت چوکہ بلوچ ءُ بروچ، بلیری ءُ
بردی یا موٹل ءُ موتر۔۔۔۔ نیٹ اے ڈولیں بے ھساب
لبز ھست اَنت ۔ ھمے ھاترءَ "کوچ" ءِ گشگ ءِ دروشم ءِ
بدلی ءُ کیچ بوگ انچو تچک اَنت چوکہ لبز بلکوش ءِ ما
آریائی زبانانی تہا بدل بوگ ءُ بلکوچ، کوچ یا بلوچ بوگ
تچک انت چوکہ پہ گشگ عرب "کیچ" ءَ را "کیز"
ءُ "پنجگور" ءَ را "کنز بور" یا "فنز بور" گشنت یا نبشتہ
کننت ۔ چوکہ مستونگ ءِ شہرءِ نام آیانی گورءَ
"مش تنک" ءُ پدا مش تنک ءَ چہ مستنج ءُ
پدا مستونگ جوڑ بوتگ یا گلنگو (نوشکی ءِ
نزیکءَ جاگھے) گلانی کورءَ چہ گلنگور جوڑ بوتگ ۔
ھمے ڈولءَ کیچ یا کوچ ءَ چہ کیچ وِدی بوتگ۔ بلے
کوھنیں دپترانی تہا کیچ ءِ بابت ءَ گپ ءُ تران ھارا

حضرت عمرؓ ءِ بارگءَ کیزءِ نام ءِ سرا رسیت
وھدیکہ ابوموسیٰ اشعری عراق ءُ بصرہ ءِ گورنر بوت
ءُ سنہ ۲۲ ھ آئی کیچ ءُ مکران ءِ سرا بھیڑ آرت ءُ ھمے
ڈولءَ ھما دورءَ اے دمگ ءِ تہا اسلام وِدی بوت
ءُ اے دمگ اسلامی سلطنت ءِ تہا ھوار بوت اَنت
حضرت امیر معاویہؓ ءِ وھدءَ اے دمگ بزاں کیچ ءُ
مکران ءِ یک جتائیں گورنرے است اَت۔ وھدیکہ
چہ عرباں پیش اے ھند ءُ دمگ ایران ءِ یک
بھرے اَت اوداں مرچی ءَ کیچ ءِ تہا لھتیں کہن درآمدانی
نام ءِ سرا اَت چوکہ خسروی، کاؤسی، بھمن ءُ دگہ
بازیں ایران ءِ مردمانی سرءَ پجارگ یا گیرآرگ بنت
نیٹ کیچ کلّیں مکران ءِ ھوری ءَ کدی اسلامی سلطنت ءِ
بھرے اَت تہ کدی ایرانی شاھانی دست ءِ چیرءَ آتک
بلے اے کلّیں ھبراں ابید بلوچانی نام ءُ تواراں اے
دمگ ءَ چہ حضرت عیسیٰؑ ءَ ھم ساری دست کپیت ۔
ماں سندھءَ راھے گٹم ءُ چہ آئی ءَ رند راجہ چچ ءِ
وھداں ھم بلاھیں مدتےءَ کیچ مزنیں سندھی
سلطنت ءِ یک پرگنہ ءِ جہتءَ پہ ھوار بوتگ
او مگنرءِ ھمے سبب اَت کہ قدرت ءِ سندھ ءُ کیچ ءِ
رایک دستونکے ءِ مہرگانی دولءَ کمات۔ بزاں سندھی
لبزانک ءِ نمیرانیں عشقی داستانگ "سسّی پنّوں" ءِ
ھیرو پنّوں ءِ جنّ بیھ ءِ ھند کیچ اَت ءُ آ ھوتانی
گٹم ءِ یک بھرے اَت کہ آ سسّی ءِ تانجوئیں بیکانی
مزنیں ساھگ ءِ سارتی ءِ بندیگ بوت کہ رندترا
چہ ھمیشیءَ اے نمیرانیں عشقی داستانگ بوت ۔

کیچ ءِ گوهنی ءِ کساس ءَ درگیجگ ءَ چہ گوهنیں باندم ءُ کلاتاں مزنیں دزلمکی ئے رسیت کہ آئی گش ءُ گوزرا است اَنت۔ شاهی تمپ، چاهسر ءُ جمیری ءِ دمگاں اے گوهنیں اوبادانگت است ءُ نامہ ور اَنت۔ ایشانی تها بازینانی کونڈگ ءُ درگیجگ ءِ کار انگریزانی وهداں بوتگ بلے نوں اے جُست وتی سراچست کنت کہ اے شهر ءِ نام چہ کیچ ءَ تربت چوں ہی ءَ بوت۔ ءُ اے شهر ءِ سیم سرانی تها بدلی چونی ءَ آتک۔ اے بابت ءَ اگں چے کتاب بے تواراَنت بلے اے بدلی پرنگانی وهد ءَ چے آتک۔

وهدیکہ پرنگاں وتی کارائی گش دیءِ هاتراچہ هند ءِ بازیں دمگاں فارسی زانتیں منشی ءُ کارندہ اے دمگ ءَ آرت۔ آ وهداں روءُ آءِ، ءُ گیرءُ دار ءِ وسیلہ انّومیں وهد ءِ دیم پہ دیمی ءَ بازکم اتنت پمے هاترءَ اے گلّیں هاجتانی سرجم ءُ پیلہ کننگ ءِ هاترءَ اشترءُ اسپ مستریں دزلمک اتنت۔ ءُ پدءَ اے دمگ یک گورءَ گپتگیں ءُ دوریں دمگے اَت ءُ اِداں رسگ ءِ هاترءَ آیان ءَ روچ نا بلکن ماهانی هساب دارگ کپت۔

پمے هاترءَ اے وڑیں فارسی زانتیں مردماں اے دوری ءِ هساب ءَ اے جاہ ءِ راقبر ءِ نام دئیگ بنا کُت۔ فارسی ءِ تها قبر تربت ءِ مانا ءَ دنت ءُ همے ڈول ءَ کیچ ءِ نام قبرزاں تربت جوڑ بوت۔ وهدیکہ پاکستان جوڑ بوت، تربت ءِ هاکم ءِ مُهر ءِ سرءَ "کیچ ءِ هاکم" نبشتہ اَت تاکہ "تربت ءِ هاکم"۔

ڈگری کالج تربت ءِ وانوک ءُ وانینوکاں وهدے کہ اے کالج ءِ سالی تاک ءِ درکننگ ءِ کار دست ءَ زُرت تہ کالج ءِ همے مردماں اے دمگ ءِ عهدی نام رانہ شمشت ءُ گوستگیں یاتانی گیرآرگ ءَ وتی تاک نام "کیچ" درچت۔ داںکہ همے بن هیالاں ءَ گوں انوگیں پدریج وتی گوستگیں سراں گیر بیاریت ءُ وتی دمگ ءَ مہ پرامیت۔ وتی گوستگیں سرانی پیشداشتگیں راہ گراں ءَ بروت ءُ ڈیہ ءُ راج ءِ دیمروی ءِ هاترءَ وتی ذمّہ داریاں بہ مارنت ءُ ذمہ واریاں پیلہ ءُ سرجم بکنت

علی بخش دشتی

اسلام ءِ تہذیب

انسانی تاریخ ءِ تہا شہزاراں سال وزمانگ انچیں قوم وراج سرزمین ءِ سرا آھتگ وگوستگ انت کہ آوانی عقل وزانت ، تجربہ وکارپد وکارنامگ ، بہادری مروچگیں انسان ءِ واسطہ مزنیں وگران بہائیں ہُنی مڈی انت ۔ اِے ردا مٹے وتی ہمساھگیں ملک چین ءِ مردچی ءِ چار پنچ ہزار سال پیشتر ترقی ودیمروی ءِ بُرزیں سرشماں سر بوتگ ۔ گشنت کہ کاگد ءِ درگیج شہ چین ءَ بوت ۔ اِے وڑا چینی قوم ءَ پہ ٹ ویول ءِ ردا بازدیم ءَ شُت وبازیں شوھازودرگیجگ وتجربہ کت ۔ بلے چین ءِ قومی فکر ءَ شہ قبائلی زندءَ دیم تراشُت نہ کت ۔ قدیمی ایں چین ءِ انسانی زند ءِ ابے بہائیں مڈی دات ۔ اے وڑا قدیم مصر ءِ اھرام انسان ءِ کوشست ءِ ردا مزنیں مثال انت بلے فکروتھذیب ءِ ردا مصر ءَ انسانی ہچ ھواریں نمیرانی پہ آیوکیں نسل ءَ ایر نہ کت ۔ قدیم بابل ءِ تھذیب ءِ یک ادیرھے مٹے دیما ظاہر انت یونان ءِ فلسفہ ، شاعری ، مصوری وسائنس مروچی ہم انسان ءِ ذھن ءَ تازہ انت ۔ کُھن وقدیمیں بھارت ءَ ہم انسانی تہذیب ءِ ردا بھر زُرتہ ۔ چاریں وید انسانی تہذیب ءِ ردا زندگیں ثبوت انت ۔ ایلورا واجنتاہ ءِ غارانی تہا انسانی زندی کوشست ءِ بےمٹ وبے دروریں مثال موجود انت ۔

اِے تہذیب ءِ کھنیں پدو رَند انت کہ انسان ءِ مزن فکری ءِ ثبوت بیش دار انت ۔ مروچی تہذیب ءَ اُوسی ، سیاسی راھبندانی سرءَ سوج کت ۔ بلے انگت اِے کلّیں تہذیباں گوں انصاف ءَ بچاریں تواشانی تہا آ "عدلِ اجتماعی" ظاھر نہ بیت کہ آئی خاطر انسان اے سرزمین ءِ سرا دیم دیگ بوت

یونان کہ فکروخیال ءِ خزانگ ءَ مالدار اَت عمل ءِ پڑ ءَ کمزور و پدا اَت ۔ روم کہ عملی زندءَ زور ءُ دیم ءَ اَت بلے زند ءِ اخلاقی وروحانی رِدا ابزور اَت ۔ کنفیوشس ءِ داتگیں چینی [نظام] جبری وبزوریں نظامے اَت کہ آ انسانی طب ءِ قانودانی خلاف اَت ۔ ھمے وڑا بھارت ءِ کھنیں تہذیب طبقاتی جہل وبُرزی ءِ تہا بھر بوت ۔ بلے اِے کُلّیں تہذیبانی تہا یک انچیں تہذیبے دیم دیگ بوت کہ آ انسانی طب ءِ ھرکش وپہناتاں برابر بوت او اِے دینِ اسلام ءِ تہذیب اَت ۔ ایشی ءِ تہا کُلّیں انسان برابر انت ۔ پرک وتفاوت ءِ ایشی ءِ تہا گنجائش نیست ۔ اگر پرک است تو آ انسانی تقویٰ اِنت پرچاکہ ھرچند انسان خداوند ءِ داتگیں رھبندانی سرا عمل کنت تو آ انسانیت ءِ بلندتریں مرتبہ آئی سرا سر بیت ۔ اسلام اللہ تعالیٰ ءِ داتگیں ابدی ایں دین اِنت ، اِے ھردور وزمانگ ءَ انسانی طب ءِ مطابق اِنت ۔

نوں چارگ ایشنت کہ اِے وڑیں تھذیب کہ چارده صد سالءَ رندھم گوں وتی بنیادی ڈیکیاں انگت زندگ اِنت توری تہذیبءِ کجام بنی تہذیبی رِدوبند اَنت کہ آئی قائم بوگءِ توجیل و اسباب اَنت۔ اِے تھذیبءِ مُہنی راھبند ایش اِنت کہ اِے وتی تہا انسان دوستی و یک دگرءِ واھگ (COHESION) دارگءِ اثر و فائدگانی سبق ءَ دنت۔

اسلامی تھذیبءِ بنیادی جُھدوکوشست ایش انت کہ انسانی زندءِ دیمروی ءِ مدذ و کُمک (COOPERATION FOR EHISTENCE) کنگ بہ بیت۔ بزاں اسلامءِ کُلّیں انسانانی گھبودی و دیمرویءِ خاطرءَ وتی تھذیبءِ تہا اِے وڑیں قوت داریں اصول و راھبندانی ڈیکی ایرکُت کہ وقتے عربءِ غریب و بدحالیں مردماں ایشانءِ آ اختیار کُت و ایشانی سرا عمل کنگ شروع کت تو آ تاریخءِ مختصریں وقتےءَ دنیاءِ وشحال و طاقتوریں قومے جوڑ بوتنت۔ بلکیں آ شرتریں مردم بزاں اُمّتِ وسط "گوشگ بوتنت۔ ایشی وجہ ایش اِنت کہ اسلامءِ مقابلہ آ دنیاءِ اِے دگہ تھذیب صرف خاصیں زمین و نسلءِ دیمرئیءِ جُھدوکوشستءِ (STRUGGLE FOR EXISTENCE) واسطہ اتنت تو ہمیشا آ تھذیب دنیاءِ تاریخءِ تہا زیادہ جاگہ کپت نہ کُت

اسلامءَ فکرءُ عملءِ دعوت دات و آئی پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلمءَ وتی زند اِے وڑا گوارینت کہ آئیءِ کُلّیں زند قرآن شریفءِ تفسیراَت۔ ھمے پیمءَ صحابہؓ و صحابیاتؓءِ زمانگ و رندءِ آ کہیں حق زانت و حق پسندیں مردمانی زند و کارنامگ اسلامی تہذیبءِ دا تگیں بھتریں مثال اَنت۔

اے زمانگءِ انسان کہ وڑ وڑیں ذھنیءُ جسمانی مشکلاں دوچار اِنت ایشیءِ اَہلی توجیل و سبب ایش اِنت کہ موجودیں زمانگءِ انسانءَ اسلامی تھذیبءِ داتگیں راہ رھبندیلہ داتگنت یا آ چریشاں دور بوتگنت تو ایشیءِ نتیجہ اِے در آتگ کہ مروچیگیں انسان مالی و زری طورءَ وشحال بوگءَ ابید ھم پریشان و بدحال اِنت چرے گپءَ مارا زیات بابید اِنت کہ ما اسلامءِ داتگیں تھذیبی راھبنداں اختیار بکنیں چیا کہ اسلامءِ راھبند مارا فکر و عملءِ یک پیمی (COINSIDENCE)ءِ سبقءَ دنت ءُ اِے جبرءَ ھرکس زانت کہ انسانی ترقیءِ واسطہ فکر و عملءِ یک پیم بوہگ لازم اِنت۔ آ وقتے کہ کجام انسانےءِ فکر و عمل یک پیم بہ بنت تو آ انسانءِ زندءِ تہاریں گرو گٹ روژنا بنت ءُ گاریں راہءُ راہ بندوت دیما کاینت و در گیجگ بنت۔ گوشنت کہ روح سلامت تہ جاہ بسلامت، جان سلامت تہ جہاں سلامت اِنت

اسلام انسانی فکرءِ بنیادءَ توحیدءِ سرا ایرکنت کہ چرایشی سببءَ کُلّیں تھذیبی طبقاتی فرق و تفاوتءُ اِے دگہ انسانی بازیں غیر توحیدی عقیدہ ختم بوتنت۔ انسانءَ گوشگ بوت کہ تئی الٰہ یکیت ءُ آئیءِ کُلّیں صفاتاں کس شریدار نہ اِنت۔ چرے عقیدہ انسان چہ بازیں معبودانی عبادت و غلامیءَ رکّئیت۔

اسلامی تھذیبءِ دومی ڈیکی رسالتءِ سرءَ ایرکنگ بوت و کُلّیں انساناں گوشگ بوت کہ اللہ جل شانہٗ

کُل کائنات وشمے پیداکنوک اِنت ءُ شمارا ھدایت دنت کہ وتی زنداں چہ طور وچہ پیم بگوازین اِت ۔ اِے ھدایت شمارا شُکچہ رسولاں سر بنت ۔ چرے آفاقی تہذیب ءِ اے جبرءَ پدر بوت کہ خدا و انسان ءِ نیامہ دگہ ھچ واسطہ و طاقتے نیست پمیشا انسان ءِ ترقی وارتقاء ءِ دیما تمامیں قوت ومشکلات رسولانی برکت ءَ دور کنگ بوتنت ۔ انسان گوشگ بوت انسانیت ءِ اعتبارءَ کلیں انسان بروبر اَنت ۔ اگاں فضیلت ومُستری کسے ءَ اَست تو آئی ءِ تقویٰ اِنت اللہ تعالیٰ ءِ پیغمبرءَ کلیں انساناں اللہ ءِ اِے ھدایت سرکت ووت ہم اِے ھدایت ءِ سرا عمل کُت ءُ پیشداشت

اسلام ءِ سیمی تھذیبی بنیات ایش اِنت کہ تمامیں انسان یک دومی ءَ دوست بدار اَنت ۔ اِے نمیرانیں تھذیب ءِ جاراَت کہ بلال حبشیؓ ءُ حضرت علیؓ خداءِ رسولؐ ءِ یک ڈول ءَ دوست اِتنت ۔ خداءِ قانود پہ ھر انسان ءِ یک ڈول اَنت ۔ اِے باروا گوں انساناں گوشگ بوت کہ اللہ ءِ اطاعت ءَ بکن اِت ۔ رسولؐ ءِ اطاعت ءَ بکن اِت ءُ آ انسان ءِ کہ شمے میان ءَ انصاف قائم کننت ، بزاں وقت ءِ حکمران ۔

اسلام ءِ اے سومی تصوّرِ تھذیب ءِ انسان ءِ کُلّیں جاھلی جیڑہ ختم کتنت کہ حکم و قوانین صرف اللہ ءِ دیم داتگین اَنت ءُ رسولؐ آوانی رسینوک اِنت ۔ اِے تمام حکم و قوانین کلیں انسانانی واسطہ یک ڈول بروبر اَنت ھچ کسے چری حکم و قوانین آں ڈن نہ اِنت ۔ ھرکس ءَ ایشانی قبول واختیار کنگ الّمی اِنت ۔

اسلام ءِ تھذیب ءِ سیمی تمر وپا مدگ ایش اِنت کہ انساناں اِے گوشگ بوت کہ مردماں شمایک پت ءُ ماتے ءِ چُک اِت ، شمے خاندان و قبیلہ جوڑ کنگ بوتگ اَنت تنکہ شما یک دومی ءَ پجاہ بیار اِت بلے اللہ ءِ نزیک ءَ ھما مردم عزّت دار اِنت کہ آئی تقویٰ ءِ سرءَ اِنت ۔

اسلام ءِ نمیرانیں تھذیب ءَ جاھلیت ءِ اِے تصوّر ءُ خیال ہم ختم کت کہ یکے فلان ءُ آ دگہ فلانی اِنت ، یکے واجہ ءُ یکے غلام اِنت بلکیں اللہ تعالیٰ وتی کلام ءِ تہ ءَ بندگاں چو توار پہ جنت : "اے مردماں ! اِے بنی آدم !" ۔ چری الفاظاں انسان ءِ ذھن ءِ تہ ءَ جاھلیت ءِ پرک و درک وافتراک در آتک و وحدتِ انسانیت (UNIFICATION OF HUMANITY) ءِ تصوّر قائم بوت ۔ بقولِ حالی ؎

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ھدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

غنی پرواز

بیت

بیت اِنت ۔ اُمبرہ تُنجیں شپاں چِتّو ماھکان
بیت اِنت چِتّو روژ نا روچاں دُرھیں جہان
تئ برکت ءِ ھراھی انت ۔ منزل ءِ جنان
تئ منّت اِنت ، ھر جمیں دُگنیاءِ زندمان
اِستارءُ ماہ ءُ روچ ، تئ ۔ زیب ءِ دروشم اَنت

ھر رنج و گمے چِتّو وتی دُور ءِ وارگ اِنت . . .،
ھر شادھ و گلے ۔ تئ نیا دانی مارگ اِنت
ھر مرگ ماں دل ءَ ۔ تئ ھیال ءِ نیارگ اِنت
اللہ اِزند اصلا تئ ۔ راہ ءِ چارگ اِنت
دوزہ تئ بے حیالی ءُ جنّت تئ مولم اَنت
زیبائی بِبیت ، تہل بِبیت یا بِبیت وفا
بالاد ءِ مَدّی ئے بِبیت یا واھگ ءِ مَتا
وَژبوی ببیت ، رنگ ببیت یا بہارِ گا
مھکانی زردیں ببیت یا سُھر دپیں صبا
تو حقّ ، تئ حقیقت ءِ اے درست موسم اَنت !

حمد

باقر علی شاکر

زمین ءَ تو ، آزمان ءَ تو ....
گُلّنیں استے ءِ جھان ءَ تو

بات کائے لبز لبز ءَ
سی جُزئیں ، قُرآن ءَ تو

کئے ءَ اینکدر داراں دوست
منی وِرد اِنت زبان ءَ تو ،

ھر چی ءَ ماں شہمیں تئی ... ،
روچ ءِ رژن ءُ ماھکان ءَ تو

تئی شُگر ءَ گراں دیدگ !
روکے داتگ ، دیدگان ءَ تو

برکھیں باقر ءَ رنجاں
رکھینت کنے دمان ءَ تو

نعت

نبیّانی شاہ ، تاجدارِ مدینہ
تئی برکت ءِ انت بہارِ مدینہ

منی واھگ سرجم کدی بیتیں یارب
کہ ھر وھد منوں بے سارِ مدینہ

یلہ چہ من ءَ بہ مبیت صبر ءِ دامن
مناں دائم اُمیت وارِ مدینہ

ھمیش اِنت ھے بات منی گُڈّی واھگ
بباتاں دفن من دیارِ مدینہ

دعاھاں قبول کن تو وت باقر ءِ گاں
سوالیگیں تئی سردارِ مدینہ

لوٹ (سانیٹ)

غنی پرواز - لیکچرار سیاسیات

ماں شانتہ زندءِ سیہ شپءِ ھرچارین نیمگاں
دنیا گُشتے کہ سرجمیں پہنیام و اَندرانت
آلم گُشتے کہ سرجمیں بے راہءُ آپسرانت
نے بیت بامسارءُ بیت نئے کہ ماھکاں

ھنچیں کہ ماں جہانءَ بوتگ کرنءُ بارگاں
بنی آدم گُشتے کہ ھما ڈولءَ بے سرانت
انگت گُشتے کہ بے وسءُ بے واکءُ بے درانت
میدانءِ ھلکءِ بندیگ انت مرچی ھوں زندمان

بیاات پہ رُژنءِ خاطرءَ یکّے گم کنیں
آزگ بنت دلانی تاکہ ڈراھیں ٹپّءُ داگ
بیاات دلانی دردءُ سوزمانءَ جم کنیں
یکجا کنیں اِشانءُ کنیں روک ھزار چراگ

روچے نہ روچے بلکیں بہ بیت روژنا جہان
بنی آدمی بہ بیت پہ وتی منزلءَ روان

غلام محمد قریشی ۔ سیکنڈ ائیر

گال بلوچی

بے تو من ءَ   دلبر نہ بیت
تو کہ رَوئے   ساھوں سِدیت
دیم ءَ منی   تو کہ بِبے...،

ارواھ منی   پُلّ سِرپیت
تو دوری ءِ   گپّ ءَ مجن
عاشق تئی   فکراں مِریت
تو چو مکن   ساھ ءِ بدل
ریشے دل ءِ   بنداں رُدیت
داں زندگیں   تئی اِے غلام
دائمُ تئی یاتاں کپیت....!

غزل

ایم آر آر بلوچ - کلاس فرسٹ ایئر - رول ۵۹
ڈگری کالج تربت

کدی کیت نزاناں بہارانی موسم
هما گوستگیں سبزه زارانی موسم

چه نادوستی ءَ تئی گُشّے گیمران اِنت
منی مهرءِ اَجگیں کِشارانی موسم

بنداں دُراهی ءَ کئی رهیراں نوں
شُتنگ دیریں نئیت نئی وددارانی موسم

وفا دلبراں گوں بداراں چه بیم ءَ،
ندیستگ من بِه اعتبارانی موسم

کدیں بیت بکّشیت اِنت سرگوات آزاد
بروت اِنت اِے تبدءُ لوارانی موسم

غزل

درویش بیم

زندءُ مرگءِ تجّیءَ شئیداراں من ،
ماھوءِ نازیں تبءِ بچّاراں من

عشقءِ دستءَ چوں کناں کہ چہ وتی
راہءَ وت گیشّینتگینءَ گاراں من

ساعتے بدار تیراں ٹھلانی ، کہ
ٹُکّراں زردءِ وتی نذّاراں من

دائمءِ یاتانی دیوانءَ تئیَ .....،
تشنگاں گوں اندوھاں برھداراں من

دل منی گارانت تئیَ بیگّانی تہا
سہتےبِل ملگوراں مسکیں چاراں من

کایاں تئیَ ھر روچ نازیں پتّرءَ
واھگءُ ھُبّانی پُرسءَ داراں من

قبرءِ پہ آسر تیاں دِل گرّ کنت
جاوراں درویش کہ زندءِ چاراں من

غنی پرواز
لیکچرر سیاسیات

مُلّا فاضلءُ آئیءِ شاعری

چہ ملّا فاضلءِ ودی بوگءَ پیسر آئیءِ ماتءَ واب دیست کہ آئیءِ دوئیں دستانی دِلءَ دو مزنیں قیمتی درپشگا اَنت۔ ءُ چراگوھر تیمتیانی ڈرپشگءَ شپ روژنا بوتگ۔ صباءِ سرءَ آئیءَ چہ یک کوھیں پیر زالےءَ وابءِ تعبیر معنیٰ جُست کُت تہ آئیءَ درا ئینت کہ ترا دو ھنچیں چُک بیت کہ سکّ لائقءُ زانت کار بنت ءُ لائقیءُ زانت کاریءِ سببءَ دُور دُورءَ نام دار بنت۔ آئیءِ ماتءِ وابءُ پیرزالءِ کُتگیں تعبیر راست بوت اَنتءُ دیر نہ گُوست مُلّا فاضل ودی بوت ءُ چرائیءَ رَند قاسم۔ ءُ دوئیناں چہ وتی شاعری ءُ زانت کاریءَ نام درآورت۔

فاضُل قاسمی چات نامیں ھندءِ یک سرحدّی کلگےءِ نندوک بوتگ۔ پتءِ نامءِ چاکَش بوتگ ءُ سیادیءِ گوں رِند ٹکّءَ بوتگ۔

فاضل پٹّکءُ زوریں مردے بوتگ بلکیں وشّ تبءُ حاضر جوابے بوتگ۔ وتی دورءُ چاگردءِ یک مزنیں زانت کارے بوتگ۔ عربیءُ فارسی زبانانی ڈھیں کوّاسے بوتگ۔ عربی و فارسیءَ ھنچو بلد بوتگ کہ اِے زباناں آئیءَ شاعری ھم کُتگ۔

فاضل یک دانائیں مردے اَت۔ آرِندے اَت بلے چہ رِندانی ناتپاکی، اَڑءُ کُڑ، جنگءُ چوپءُ بےسریں کاراں سکّ نہ وشءُ دِل پَدَر داَت۔ ءُ ڈراھیں بلوچ قومءَ وت ماں وتی دوستیءُ یکّیءُ تپاکیءِ لوٹوک اَت۔ آئیءِ شاعریءِ مزنیں بہرے گوں ھمے ڈولیں شرّیں مُرادان سیادی داریت۔

ملّا فاضلءِ ودی بوگءِ سال زانگ نہ بیت۔ بلے آئیءِ بیران بوگءِ سال ۱۲۷۰ ھجری اِنت کہ آئیءِ کستریں برات ملّا قاسمءَ ماں آئیءِ قبرءِ شکّءِ سرءَ نبشتہ کتگ۔ آئیءُ آئیءِ کستریں برات ملّا قاسمءِ قبر مندءِ بُنجاھی بازار سوروءَ اَنت۔

ملّا فاضل بلوچی زبانءِ یک مزن نامیں شاعرے بوتگ۔ آئیءِ سیادی گوں مُلّا قاسم، مُلّا بھرام، ملّا بوھیر ملّا ابراھیم باھوی، عبدالنبی، احمد واجو، عزّت پنجگوریءُ مست توکّلیءِ دورءَ بوتگ۔ آ اِے تپوکیں اِستارے اَت۔

قول بشیر احمد بلوچ ءِ ئیگا :-

" آئی ءِ شاعری یک ءِ گوازیں زرے کہ چہ لعل و
گوھر قیمتی آں پُر اِنت - ہر جُنبت کہ جُہل و ہوسی آئی ءَ بہ پٹیت
گیش مروارد و گوہر قیمتی دَر کیت - -"

فاضل ءِ شاعری ءِ سپتانی توکا عشق و عاشقی ،
حاضر جوابی ، تژن و شگان ، قوم دوستی ، بے تمہئی بے شانی ،
اُمیت واری ، پلسپی رنگ ، اخلاقی رنگ ، دینی رنگ ،
نیک کردی ، ودار ءِ سر ءَ اوشتگ ، حیال ءِ ہُرزی ،
نوکیں نوکیں حیال ، نوکیں نوکیں ستال ، نوکیں نوکیں چہر ،
شُبین ءُ نشانی ، زبان ءِ پہکی ، لبزانی ڈولداری و
شرکنی ، جاگہ جاگہے عربی و فارسی لبزانی کار مرزی ءُ جتائیں
طرز ءِ سپئت ھور اَنت -

فاضل ءِ شاعری ءِ گیشتریں بہر عشقی اِنت - آئی ءِ
سوبی تریں رنگ ھم ھمیش زانگ بیت - مثالِ جبرءَ ؎

گوش گوں کہر بائیں ہنگ ءَ   دابانی گُلیں مہ رنگ ءَ
پرچے نشتگے دل تنگ ءَ   سازے چو گوشوگیں چنگ ءَ
ہر دھد داب کنت نودی شل
گندیم گونگیں گر کی تل
گنج و قیمتی نیاوانی
کولیگاں نئیں ، پادانی
آسیگوں مکن ورداںگ   پہکیں اشرپی ءِ چانگ
بالاد اِت کُتگ دیوانگ

حاضر جوابی ھم آئی ءِ شاعری مزنیں سپئت اِیت
ءُ اے سپئت ءِ توکا جاگہ جاگہے تژن ءُ شگاں ءِ
سپئت ھم ھور بیت گوں - ھنچو گُشنت کہ یک رندے
ملا داد محمد پرومی فاضل ءِ چپتا سگ ءِ مند ءَ شت - آئی ءَ
لھتیں گال پیسر ءَ پربست ءُ تیار کُت ءُ رسگ ءِ شرط ءَ
گوں فاضل ءَ گُوشتی :-

سلام عالیک ترابات چھلیں فاضل
تمامیں شاعرانی استے بُلبُل
گلامے جتنگ ءُ گار اِنت
پہ بندلانک ءِ من ءَ کار اِنت

فاضل ءَ ھا دمان ءَ پہ تژن پسہ دات :-

سلام اِت بات علیک او یار
منی دوستئے دلی ءُ سیاد
پرومیانی شکر گپتار
من دیار محمد وکیتا ....
سر سوجے کناں نی ءَ
چمودا سر گپتگے پاری
دو گالِت گُوشتہ پہ واری

دگہ رندے فاضل ءُ قاسم وتی ھلک ءِ نزیک ءَ ماں
"ناگی در" ءِ شت اَنت - آمین ءِ موسم اَت - مچکدگ ءَ
آھاں دیست کہ مردے مچ ءِ سرا اِنت ءُ نار ءِ
روپگ ءُ کپات ءِ اِیر دئیگا اِنت - ءُ آئی ءِ زال ءُ بچ ءَ
نشتگ ءُ ناھاں سئیت ءَ کنگا اِنت - آھاں فاضل
ءُ قاسم دیست اَنت ، بلے ناہ ءِ سلا اِش نہ جت
فاضل ءَ بد بُرت ءُ گُوشت :-

مُلک ءِ ھمہ ناگی در اِنت
مردے ھمے مچ ءِ سر اِنت
جن نشتگ ءُ مرد کندر اِنت
نائے نہ دنت کہ ما بوریں

جنتیں ہرزّے ما مریں
بلّے کہ مٹے جونے پہ اِنت

دگہ رندے فاضل ءُ قاسم پہ ترّءُ تاب ءَ

ایرانی بلوچستان ءِ کلّگ باپتان ءَ شت اَنت۔ آ دیوانے ءَ نشتگ اِتنت کہ قاسم ءِ چم پہ کاڑے ءَ کپت اَنت۔ آئی ءَ لوٹتگ کہ وتی برات فاضل ءَ حال بدنت۔ بلے دیوان ءِ بزی ءِ سبب ءَ آئی ءَ ظاہرءَ حال دات نہ کت۔ پیشا شاعری ءِ زبان ءَ حالے دات ءُ پدا دوئیناں وتی دلانی گپّ ھنچو جت اَنت کہ دیوان ءِ نندوکاں ہچ سما نہ کپت :۔

قاسم :۔ کپودرمن گُلّیں دَمب ءَ
فاضل :۔ کجام دیم ءَ دیاں گونب ءَ
قاسم :۔ دَریگ ءُ کاپرءِ لنب ءَ
فاضل :۔ تُپنگے شُتّگ پہ جنگ ءَ
قاسم : دو تیر لگّنت پہ ونگ ءَ

فاضل قوم دوستیں مردے بوتگ۔ آئی ءِ واھگ ھمے بوتگ کہ بلوچ تپاک ببنت تاکہ وتی ءُ وتی ماتیں وطن ءِ جیازت ءَ بکنں اَنت ءُ دیم ءَ برونت۔ آئی ءَ رِندانی اَرٹ ءُ کُرٹ ءُ جنگ ءُ چوپ دوست نہ بوت اَنت۔ ہمیشا آئی ءَ وتی شئیرانی زبان ءَ باز جاگہ ءَ تپاکی ءُ یکّی ءِ سوج ءُ سر گُتّگ۔ اِے رِد ءَ یک دراجیں شئیرے ءِ لھتے بھراے ڈول اَنت :۔

منی نصیحتاں برحقیقت باور کن اِت
نیکہ چہ پیریناں بناہے دیگر کن اِت
مہر ءُ دوستی ءَ نیکہ پہ سیم ءُ زر کن اِت
مولیں تاوانانی کشّ اِت وکاراں شر کن اِت
دشمنیں مردانی ءَ ہماسنگ دسر کن اِت

چل ہزار رندانت وگلام بولک نہ صدانت
وھدیکہ جنگ ءِ باری ءَ پہ نیک و بدانت
ہوت اگّن کمّیں اَنت مزارانی پُشپد انت
من کُنگّ ءِ گراں جاہیں نوحانی لدانت
سی ہزار برات ءِ واجہ گرستی کنت رَدانت
ناتپاکی ءَ چہ شمارا کٹّ ءُ نپ اِنت
ایرشتگ روچ ءُ گنداں کہ دنیا ءَ تپ انت

ہرچی کہ رندانت گر حقیقت ہمراہ بت
مہر ءُ دوستی ءُ تپاک ویکجا ویکجاہ بت
نیکہ چہ شاہانی درءَ دست کوتاہ بت..
تیغ ءِ ریں گٹ چو تلاراں بے راہ بت
پلّیں مستاگے ماں بشارتاں واہ بت

آئی ءِ نزّءَ مال ءُ دنیاھچ بھرءُ شان نہ کرزانت۔ چیا کہ اِے چو مکّاریں جنین ءِ ڈول ءَ اَنت کہ دل ءُ برے نیمگے ءَ تراایت۔ ہمیش پہ مال ءُ دنیا ءَ برات ءُ سیاد ءُ وارثاں مردم مہ جنت۔ ءُ نے آھافی چہ وت ءَ دل کہر بکنت۔

آئی ءَ گُشتگ :۔

دنیامکّاریں جنینے داب کنت ھر روچ پہ رنگ
یار کنت بیگانہے، جنت شوہرءَ پرشتءِ ونگ
آئی ءِ شاعری ءِ توکا گم دوستی ھم گندگ بیت۔ آئی ءَ گم ءَ

عاشقی ءِ نیام ءَ پرک کنتگ ءُ گوشتگ کہ اے دو جتا
جتائیں چیز انت :-

گم حیلے ءُ عاشقی چاڑے
اے دگہ شکل و آ دگہ کارے

آسکیں گم جتیں مردے بوتگ۔ آئی ءِ جند ءِ گشتگ ءَ،
آئی ءِ گم چار تہر ءِ بوتگ انت :-

شپ کہ چار پاسِنت گم چہار قسم ءِ گوں من انت
قسمے چہ یاقوتی حیالاں زیادتر انت ....،
قسمے چہ نوک سنجیں کڈی سِنداں تیز تر انت
قسمے چہ الماسیں پلک تراشاں نیش تر انت
قسمے چہ گراں باریں گراباں سنگیں تر انت

بلے انچو گراں و تیزیں گماں رند ھم آدل پروشی ءُ ناامیت
نہ بوتگ۔ بلکیں دلمانگ ءُ امیت وار بوتگ :-

بیا اِت منی شیر تپاکیں براھندگاں
من گماں رنجیتگیں اولاک نہ باں
قول اِنت کہ نوکیں آدگارے رنگ کناں
گوں وتا مہ رنگ ءِ گماں ھم تنگ کناں

آئی ءِ بازشیر ھنچو پسند کنتگ بوتگ کہ مثال ءُ بتل جوڑ
بوتگ انت۔ مثال جبرءَ :-

عاقلیں مرداں شپ اگر ہر چند انت تہار
شپ رو ءُ گردشتاں نشانت مات و گوھار

یا :- تیتگ گوں پولاتیں کڑی ءَ کار نہ کنت

آئی ءَ وداره ءِ سر ءِ اوشتنگ سک الّمی لیکتگ
یک جاگہے آئی ءَ گشتگ کہ اگن من ھنچو نزور بباں کہ
تچک ءُ اوشتات مکناں ءُ لٹ ءِ وازمندگ بباں
پدا ھم چہ وتی قول و وداراں پر نہ تراں :-

سی مہ ماناں و بر سِیہاں بوشتاں
پد نہ گرداں چہ وعدہ ءُ دوستاں

آئی ءِ وتی شاعری ءِ توک ءَ نوکیں نوکیں چہر ءِ شبینءُ
نشانی بازشتر بیں وڑاں کارمرد کنتگ۔ چوکہ :-

لعل گروکے و کوکرے پشتی   یا انارے من ہپتگاں پشتی
گروھگاں بیماریں دلے کشتی

یا

مرگِ زرّی مس بارگیں چو باں در رنگ اتنت
ھر دھیں نخلانی ثمر حونی رنگ اتنت

آئی ءِ گیشتر شعرانی زبان پھکیں، ڈولداریں ءُ شرکنیں بلوچی
زبان اِنت۔ ھمایشی ءِ مثال آئی ءِ شاعری ءِ گیشتریں بہر
انت۔ بلے جاگہ جاگہے آئی ءِ شعرانی زبان پھکیں بلوچی نہ اِنت
بلکیں آئی ءِ توکا عربی و فارسی لبزمان گوں۔ مثال جبرءَ :-

بیا حقیقت ھُدھُدِ جانی   رامگیں شاہی مرگِ سلیمانی
طاہرِ قدسی باغ رضوانی   رازءِ ربّا لو ماہِ تابانی

خاصیں صورت ءَ آئی ءِ دینی شعر چہ عربی و فارسی لبزاں پُر
انت۔ ءُ چریشی ءِ برے برے آئی ءِ زبان بدڈول ونہ وشں
مارگ بیت۔ چوکہ :-

من کہ سُبحٰنَ الّذی اَسریٰ اوّل یات کناں
گوھراں بھرِ دھانِ وقف آں ذات کناں
صدق و حق، علم الیقین سرّ و خفیات کناں
نعت سردارِ نبیاں مدح و صلوٰۃ کناں

یا :- من اوّل گویم سپاسِ حیّ و شاھیں ذوالجلال
قادرِ قیّوم و نقاشیں کریم و لایزال،

عرش و کرسی و ثریا مملکت کل وصال
ماه و کوکب، برق و رعد و ابر و باران و ژیال

بلے آ دورءِ جاورانی پدءَ ءُ خاصیں صورتءَ ماں دینی شعرانی توکا، آ پہ عربی و فارسی لبزءِ کارمرد کنگءَ میاریگ نہ بوتگ۔ چیا کہ آ دورءَ اے رسمے بوتگ۔ ءُ عربی ءُ فارسیءِ وانگ و زانگ زانتکاریءُ کوّاسیءِ نشانی بوتگ برے برے ءُ گیشتریں دینی شعرانی توکا عربی ءُ فارسی لبزانی کارمرد کنگ الّمی حبرے بوتگ۔

آئیءِ شاعریءِ دوتی جتائیں طرزاےِ۔ اے طرزءِ ھنچو پیداور اِنت کہ سرپدیں مردم گوں اشکنگا آئیءِ شعراں پجّاہ کاراِیت۔ ءُ شعریءِ سرءَ جتاءُ پیداؤریں طرزمزنیں شاعریءِ نشانی اِنت۔

نوکیں دورءِ شاعری چہ ملّا فاضلءِ مزنیں کچّےءَ اثرمند اِنت ءُ آئیءِ شاعریءِ بازّسیتانی رنگ ءُ دروشم نوکیں شاعرانی شاعریءَ گندگ بنت۔ چہ ملّا فاضلءِ اثرمندتریں شاعرانی توکا سیّد ظہور شاہ ہاشمی ءُ بشیر بیدارءِ نام گرگ کرزانت۔

ملا فاضل ۱۳۰۰ھ ہجریءَ بیران بوتگ۔ ءُ انّوں ۱۴۰۵ھ اِنت۔ اِے حسابءَ آئیءِ بیراں بوگءَ یک سدی و پنچ سال اِنت۔ بلے آ وتی مزنیں شاعریءُ زانتکاریءِ برکتءَ مرچی ہم زندگ اِنت۔ ءُ تا بلوچی زبانءُ لبزانکءُ بلوچ قوم زندگ اِنت، آ ہم زندگ بیت۔

ملا فاضلءَ یک جاگھے وتی شاعری وت ایڈولءَ سارٹانگ:۔

کوتاہ کن فاضل کہ سخن یکّے
کس تئی گپتاراں نہ کنت شکّے

غنی پرواز
لکچرر سیاسیات

چشءِ درچک

بوهیرءِ ڈگارسک پُراہ وشائیگان اَت۔ ءُ چہ وتی چپ ءُ چاگردءِ ڈُراهیں ڈگاراں مستراَت۔ اے ڈگار آئیءِ پہ بهانہ زرتگ اَت۔ بلکیں پت وپیرکی ڈگارے اَت۔ پتءِ زندءِ گُم کمکءِ آبادات۔ چہ پتءِ مرگءِ پدپتءِ زمانگءِ آبادی آئیءِ جیڑےمُدت برجاداشت بلے زندءِ آئیءِ ڈگارءِ کِشت وکِشتارءِ نیمگءِ دلگوش نہ دات۔ ءُ کِشت وکِشتارءِ بدلءِ مال داریءِ نیمگءِ دلگوش دات۔ آئیءِ پس داشت۔ ءُ پسانی روگن، مودءُ چندانی بهاءِ سرءِ گُزران کُت۔

روچ پہ روچ آئیءِ دلگوش مال داریءِ نیمگءِ گیشترءُ کِشت وکِشتارءِ نیمگءِ کمتر بوان بوت۔ ءُ یک وهدے هنچیں هم اَتک کہ زیاتیں نادلگوشیءِ سببءِ آئیءِ پراہ وشائیگانیں ڈگار یک غیرآباد بوت۔ ءُ ڈگارءِ پہ غیرآبادیءِ دراجیں مُدتے گوست۔

یک روچے پسانی چارینگءِ واسطا آئیءِ سر وتی ڈگارءِ نیمگءِ کپت تہ آئیءِ دیست کہ یک وت رودیں چشءِ درچکے ڈگارءِ توک توکءِ رُستگ۔ بندات ءِ آئیءِ پرے چشءِ رُدگءِ پکرنہ کُت۔ بلکیں اَنگت گل بوت کہ وهدے مزن بیت تہ ساهگدار بیت۔

ساهگءِ وش بیت۔ ءُ پہ گرمءِ سارت کنگ، دیوان و مراگاہ ءُ زندگ وکاررکنگءِ باز کاردنت۔ بلے جیڑے مُدتءِ رندیک نیمروچےءِ پدا آچود اگوزگا اَت تہ آپرے خبرءِ سک حیران واُجکہ بوت کہ آچشءِ رودی چشءِ وڈءِ نہ اَت۔ کمک مدتءِ توکا سک مزن بوتگ اَت۔ آئیءِ کُنگ هم چہ ایدگہ چشانی کُنٹگاں باز مسترانت ءُ یک سکیں عجبیں جیڑے همیش اَت کہ آئیءِ اُنڈال سک زُنڈ، دراج وترسناک اتنت۔ بُرزءِ جست توان و زمین دران اِتنت ءُ چاریں نیمگاں شِنگ وشانگ بوگا اتنت۔ چیرے اُنڈالانی کُندگءِ آئیءِ ترسے چیر کپت ءُ آئیءِ اے ترس گُشتے زاناں سهت پہ سهت وداں بوت۔ گوں لوگءِ رسنگءِ آئیءِ وتی زالءِ ڈُراهیں حال دات اَنت۔ حال دئیگءِ وهدءِ آئیءِ لُنٹ بے کیچ وکساسءِ لرزگا اِتنت ءُ زمستانءِ گُڈی وشتیں روچاں آئیءِ هیدےءِ سرکتنگ اَت۔

"اے سکیں بدیں حال اِیت وا ۔۔" آئیءِ زال سیمکءِ پہ بزگ بزگی درائینت۔

ءُ تاں دیراں مردءُ جنءِ پہ بے ترک وتواری، حیرانی، پریشانیءِ ناامیتی یکے دومیءِ نیمگءِ چارات۔

مردءِ برے جنءِ حشک حشکیں دیمءِ نیمگءَ چارات۔ برے آئیءِ درنگیں گشتانءِ نیمگءَ، ءُ برے گردوئیں پشکءِ نیمگءَ۔ ءُ جنءِ برے مردءِ گٹءِ کپتگیں چمانی نیمگءَ چارات۔ برے آئیءِ جنڈیں آبروشمی دزمالءِ نیمگءَ ءُ برے ماندانگیں پچانی نیمگءَ۔ ھمے دمانءَ آھانی چکاں چہ وانگءِ واتر کتءُ لوگءَ پترت انت۔ پنچ چک انت سہ بچکءُ دو جنک۔ گوں چکانی گندگءَ مردءُ جن گیشتر پکرءُ حیالءَ کپت انت۔

"ترا جبرے بات انت؟" زال بزانگءَ گپت۔

"کجام جبر؟" مرد پہ اُمیتنیں چمان آئیءِ نیمگءَ چارگءَ لگئت۔ "تو

"تو یک روچے گشتگ ات کہ نوں مئے لوگءِ مردم گیشتر بوتگ انت۔ گرانی ھم وَدّا اِتگ۔ ءُ حرچ و درچءِ واسطا کسانیں مال داریءِ آمدن بس نہ بیت۔ ھمیشا نوں ڈگا پیدا آباد کنگءَ لوٹیت۔"

"ھو، منا وتی اے جبر یات انت" مردءَ نرم نرمءَ پسّہ دات۔ دمانےءَ بے ترکءُ توار بوتءُ پدا درائینتے "منا تئی جبرے ھم یات انت۔"

"منی کجام جبر؟" زالءَ زوک زوکءَ آئیءِ نیمگءَ چارات۔

"تو گشتگ ات کہ مئے ڈگارءِ چپءُ چاگردءِ دگرانی گیشتر ڈگار چہ پیشیءَ ھم باز آبادتر انت۔ وڈورڈیں کشارءُ نیبگءَ پُر انت۔ بلے مئے ڈگار پیشی ڈولءَ ھم آباد نہ انت۔ بلکیں پھک حیر آباد انت۔"

"ھو، منا ھم وتی جبر یات انت" زالءَ درائینت۔

"تئی ءُ منی ھر دکانی جبر دیریگیں جبر وانہ انت۔ گوستگیں ماھیگ انت۔ بلے نوں چون کنئے؟ کاروا حراب بوت انت۔"

"کاروا پھک حراب بوت انت" مردءَ گشتءُ سرےءُ جہل کت۔ دمانےءَ رند گشتئے "باندا منءُ تو ھردک بریں، ثڑی مہرءَ چاریںیں ءُ شور کنیں کہ بادیں چے کنگءَ لوٹیت۔"

شپءِ گیشتریں بھر جنءُ مردءَ پہ پکرو حیالءُ بے وابی گوازینت۔ صباہءِ مہرءَ ھمراھیءَ ڈگارءِ سرءَ شت انت۔ آھاں ڈگار چارات۔ ڈگارءِ توکءَ رُستگیں چش چارات کہ روچ پہ روچ گیشترءُ پراہ و شائیگان تر بوان ات۔ چشءِ کنٹگ چارات انت۔ کزندءُ دراج انت ءُ سرے تسک و تیز تیزات۔ ءُ چشءِ ترسناکیں اُنڈالے چارات انت کہ زمینءَ دران انت ءُ کم کمءَ دراھیں ڈگارءَ پچنگا انت ءُ وھدے دوئیں پہ واتر کنگءَ چہ ڈگارءَ دراتکگ انت نہ انا گُہا زالءَ گگارءِ مرءُ گشت۔ "بوھیر مانہ بوتیں"۔

"چے بوت۔؟" گوں زالءِ جبرءِ اشکنگءَ مرد گرُّاِت۔

"اودا بچار کہ چشءِ ترسناکیں اُنڈال چہ ڈگارءِ بندءِ چیرءَ دراتکگ انت ءُ زمینءَ دران انت ءُ مئے لوگءِ نیمگءَ روگا انت" زالءَ وتی راستی دست یک نیمگےءِ شھار دات ءُ ترند ترندءَ گشت۔ آئیءِ شھار داتگیں راستی دست چہ ترسءَ درھگا ات۔

"چہ مبیت اے شومیں اُنڈال مئے لوگءَ دو ربدی انت۔"

ءُ دڑا ھیں لوگ جاہ ءُ ھم بگراَنت ۔ "مَرد ءَ پہ لیرزگ چُرا اُنڈالانی نیمگ ءَ بیش آوکیں حطر پیداوَرنزکُت ۔

"شومیں اُنڈالاں گُہ وارتگ ۔"

مَرد ءَ جن ءَ پہ حیرانی گُشّا د گُشّاد ءَ پشّنی نیمگ ءَ چُکّ تَرّینت ءُ چارِات ۔ آھانی مَسترین مردیں چُک حَمّل اِدشتا تگ اَت ءُ چرائی ءَ رند آدگہ کَستریں چاریں چُکّ ھم پیداک اتنت ۔

"چونیا ؟" پہ بے اِرادہی چہ پت ءُ دپ ءَ دَراَتک ۔

"منی پت ! اگن ماوشُما دُرست ھَمراہ ببیں ءُ پہ دل وسنک کوشست بکنیں تہ اِے جیش ءُ درچک ءُ اشّی ءُ اُنڈالانی گُڈّگ ءُ گوُجگ ءُ دوَر دئیگ سکّیں گرانیں جبرے نہ اِنت ۔" حَمّل ءَ پہ ڈَڈّی دَراَئینت ۔

"اَبّا ! حَمّل راست گُشّیت ۔" چہ حَمّل ءُ کستریں برات بالاچ ءَ دراَئینت ۔

"ابا حَمّل راست گُشّیت ۔" چہ بالاچ ءَ کستریں برات جیئند ءَ ھم گشت ۔

"حَمّل راست گُشّیت ۔" آھانی مستریں گوھار مہناز ءَ ھم جبر گپت گوں ۔

"حَمّل راست گُشّیت ۔" کستریں گوھار گوھر ءَ ھم جبر گپت گوں ۔

پت ءُ مات ءَ شَرّی ءُ سَرءَ چارِات ۔ آھانی مستریں مَردیں چُکّ حمّل شَرّی ءُ سرءَ ورنا اَت ۔ چہ حَمّل ءَ کستریں مَردیں چُکّ بالاچ نوک ورنا اَت ۔ ایدگہ چاریں چُکّ ھم جوڑاِتنت ءُ وتی وتی کساس ءُ کار ءُ لائک اِتنت ۔

"شما راست گُشئِت ۔" پت ءُ جم روژنا بوت اَنت ۔ گُڈا اِجہ جَن اِت کہ پہ مئے دَرستانی رکّینگ ءَ دُڑّا ھیں زمین ءُ رکّینگ ، لوگ ءُ چیارت کنگ ءُ ڈگار ءُ آباد کنگ ، بلکیں چہ پیش ءَ ھم گیشتر آباد کنگ سکّ الَمّ اِنت ۔ مات ءَ آدُرست دِل بڈّی دات اَنت ۔ ءُ چہ دومی روچ ءَ گوں تَشّ ءُ تیَراں جیش ءُ درچک ءُ آئی ءُ ترُسناکیں اُنڈالانی گُڈّگ ءُ گوُجگ ودور دئیگ بنا بوت ۔ !!

(تاکدیم ءُ منتگیں)

شہداد :۔ نوں من چہ کسے ءَ دلمانگ نہ اوں ۔ نوں جبر چہ دلمانگی ءَ گوستگ نوں اگاں میتائے وتی جبر ءَ بیاریت من آئی ءَ دازوراں ۔

ماہ گنج :۔ آوھدی کہ جنک سوری اَت تو پہ مشکنی ءَ گِربستگ اَت ۔

شہداد :۔ من چون کناں ھانل ءُ زاناں طالع ھنچو نبشتہ بوتگ

ماہ گنج : ھانل ءُ بزہ (طالع) ھنچیر چوش نبشتہ نہ بوتگ ۔ اے جبر تو نبشتہ کتگ ۔

شہداد :۔ من زاناں ھانل کلمانٹ بیت ۔

ماہ گنج :۔ ھانل کلمانٹ اِنت کلمانٹ اِنت تو اتگت زاناں دلمانگے

شہداد :۔ نوں من دلمانگ بیاں ھانل ءُ سور ءُ جبر گوستگ ۔

ماہ گنج :۔ کس وتی ٹِلّیں ورناہاں پہ پیریں ھانل ءَ نہ دنت ۔

شہداد :۔ کلمانٹ ۔ کلمانٹ ۔ کلمانٹ ۔

زِندگی نام اِنت کوشست ءِ

عبدالمجید دشتی

وقت ءِ دورانچو تچانی و تیزی ءَ دیم ءَ روان انت کہ انسان ءِ صدیانی دور ءَ، چہ اندازہ بیت کہ کاروان ءِ انسانیت ہر حال ءَ، چہ کہنیں وڑ ءَ دیم ءَ پہ شریں ڈول ءُ ترزے یا کہ کہنی ءَ چہ نوک ءَ دیم پہ ترقی ءُ وشحالی ءَ روان اِنت. انسان دور ءِ کھنیں منزلاں گوازینان اِنت ءُ وقت ءِ شریں منزلانی سڑھیاں سرکپان اِنت. پہوال ءُ جتی ءَ لگت دیان اِنت ءُ دیم پہ زانت کاری ءُ پیٹ ءُ پول ءِ واست ءَ دیم ءَ دراھان اِنت دیم پہ زانت کاری ءُ سائنسی دورے ءِ داخل ءُ ھمدوان بوان اِنت چہ انسان ءِ اے کوشست ءُ محنت ءِ ھمراھی دورءُ زمانگ انسان ءِ چپ ءُ چاگردان بوان اِنت. ہر چ انسان ءِ واھگ ءُ ارمان ھمیش اِنت کہ دیم پہ دت واجہی ءُ وشحالی ءَ گوں وقت ءِ ھمسفر بہ بیت ءُ وتی دور ءَ، گوں وقت حالاتانی مطابق ءَ بگوازین اِیت ءُ دیم پہ ترقی ءَ بروت، وقت ءِ پرگ یکوی گوں تیزی ءِ تران اِنت ءُ دیم ءَ روان اِنت اے ترو گرد (Process) ءِ توک ءَ اِچ اوشتانگی (STOP) نیست اے دنیا ءُ خلا (Space) ءِ توک ءَ ہر چیز اَست اِنت رو بہ عمل اَنت. براعظم چست ءُ ایری ءَ اِنت کوہ ءُ گرڑ بیابان ءُ جنگل

صحرا ءُ دریا وتی راھاں مٹینان اَنت، موسم ءُ آب ءُ ھوا بدل بوان اَنت استار ءُ سیارہ گردش ءِ توکا اَنت. سماج ءُ قانونانی کھنیں ترز ءُ طریقہ ھلاس بوان اَنت. سماج قانونانی نوکیں وڑ ءُ ہیم جاگہاں گران اَنت، کھنیں سماج ءُ قانون کہ قاہم انت انسان چہ پریشان چہ بیزاریگ اَنت ءُ شریں ءُ وقت ءِ لوٹ ءِ قانون رائج بوان اِنت کھنیں وڑ ءُ ہیم شکست وران اِنت. انسان ءِ زانت کاری بیگواہ بوان انت. زانت کاری ترقی کنان اِنت ءُ دیم ءَ آھان انت. انچو کہ وقت ءِ زمانگ مئے پت ءُ پیرُکاں پیش ءُ گوک چارینتگ ءُ وتی وقت گوازینتگ. بلے آھانی اے وڑ ءُ ترزیکیں ہیم ءَ نہ بوتگ. آھاں آخر کار زانتگ کہ مئے وقت باز گوستگ ما اِچ ڈڈلیں وشحالی ندیستگ. مئے پت ءُ پیرُکاں وتی چکان علم وانگ ءِ سر ءُ سوج کتگ. وقتیکہ اے نوکیں نسل بوتگ تو اے نسل اِچ وڑ ءُ وتی پت ءُ پیرُکانی ہیم ءَ پیش ءُ گوک نہ چارین اَنت ءُ پہ سار بانی ءَ گزارہ نہ کن اَنت. بلکیں شریں ءُ بہتریں زندے ءِ واست ءَ سوچ کن اَنت مرچیگیں دور ءَ، اگں ارچ مردمے ءِ نہ دنتگ آسک پشیمان انت پہ چہ کہ آمردم ءَ وقت ءِ قدر ءُ

قیمت نہ زانتگ اَنت ۔ آ چہ ذقت ءِ گوں ہمسفر نہ بوتگ اَنتے ۔

آ مردم کہ کوتاہ نالائک اَنت کہ آزات ھیالیءِ گوں نشتنگ ءِ بے ہمت اَنت، اے وڑیں مردم ءِ مثال ھمیش کہ اگن یک پُگلے چاھے ءِ توک ءَ بہ بیت ۔ دنیا ءِ چپ ءُ چاگرد ءَ چہ اِچ سر پد مہ بیت ءُ وتی کرّ ءُ گوْرءِ حالاتاں مزانت ۔ توار اے وڑیں مردم ءِ ھیال ھمیش اِنت کہ دنیا ھمیش منے توک ءَ آں ۔ چہ من دگر شرتریں ءُ زانت کاریں مردم نیست ۔ بلے اے وڑیں مردم ءِ مثال اِش انت ۔ اگن پس ءُ گوک یا کہ جانورے ءِ چہ واب ءَ پاد کیت ءُ وتی لاپ ءِ شرھاز ءِ واست ءَ اداءُ اودءَ سرگردان بیت ۔ پس ءُ گوک ءَ اِچ علم نیست کہ دنیاءِ توک ءَ چے بوگا اِنت ۔ جانور سرپ ءُ سرپ وتی لاپ ءِ غما انت ۔ انچو کہ شپ روچ بنت روچ شپ بنت ۔ جانور ءِ واست ءَ اِچ پرک نہ بیت دراصل انسان ہوں جانورے بلے انسان گوں جانور ءَ ھمے وڑا جتا بوتگ انسان ءَ ہر چیز سوچتنگ وتی دستانی قوت ءَ چہ ہمت کتگ ءُ دیم ءَ شُتگ بلے اگن جانور ءَ سوچتگ نو آئی ہمت کتگ ءِ داست ءَ دست نہ بوتگ ہمے بابت ءَ انسان ءَ ترقی کنان کتگ ءُ دیم ءَ روان اِنت ۔ بلے جانور ءِ حالات ہمایکیں انت انچو کرن گوستگ اِچ وڑیں پرکے نیا تکگ ۔ اگن انسان کوتاہ نالائک ءُ آزات ھیال بیت ۔ اے وڑیں انسان ءِ مثال جانور ءُ چاہ ءِ پگل اِنت ۔ اصل گپ اِش اِنت کہ انسان ءَ وتی

زند ءِ بارو ءَ وتی قوم ءُ وطن ءِ بارو ءَ گوشست کنگ لوٹیت ۔ چیا کہ ہرچ کارے دنیا ءِ توک ءَ بوگا اِنت اے کاراں انسان کنگا اَنت ۔ باید ھمیش اِنت کہ انسان وتی چپ ءُ چاگرد ان سرپد بہ بیت ءُ حقیقت ءُ غیر حقیقت ءَ پجہ بیاریت ۔

ماگندیں ھندگ ءِ راجان
کہ وتی براتانی سرءِ ناجان

(تاکدیم ءِ منتگیں)

باور اپکر کن

- قصہ و کتابانی تہا مدام من مہر ءَ را سوبیں دلیستگ بلے ماں زند ءَ مہر ءَ مدام پُروش وارتگ
- کس وتی دل (HEART) ءِ ھاکانی تہا دوّر نہ دنت کہ گرانیں ۔
- وروکیں لُکگ ءَ را دوروارگ ءِ ھاتر ءَ نہ گوشت چگل دئے ۔ بلے وھدے ملکموت بئیت تہ تو بہ آئی ۔۔۔

(ریاض غریب۔ سیکنڈ ایئر)

بھارءِ پھُل

یک پڑاہءُ دراجیں ڈگارءِ ڈھکالءِ لگتمالی و آیگءِ وجہءَ سک ویران و برباد اَت۔ ڈگارءِ تہا چم دیستءَ یک مرغءِ ھم ندیستگت۔ ھمے ڈگار سک نا ڈھولءُ نوشں اَت۔ چو حُشکا وگیں او پراہءُ دراجیں ڈنءِ وڑءَ سک بے ڈھول اَت۔ ڈگارءِ کرد گور برباد و ویران اِتنت۔ وھدے بھارءِ پادءُ رُش دیلئے گوشاں کپت او نیل پوشیں آسمانءِ دیمءَ جمبراں بست و وگرندگا لگّ اِتنت۔ ھمے گرندانی توار دھقانءِ گوشاں کپت و دھقانءِ چماں روشنائی آرت۔ او آشیا زانت کہ نوں الّمءَ اَور بیت۔ اَور بوت، اَورءَ گوءرتءُ ھلاس بُوت۔ ھمے ویرانیں ءُ لگتمالیں ڈگار چہ آپءَ پُر بوت۔ او آسمانءِ دیم چو چار دھی ماھا ترپگا لگِت۔ آسمانءَ یک نیما سنج چو تیر کمانے پیما اوشتات، مرغ اے نیم و آنیمءَ بال کنگا لگِتءُ اَنت، لوگانی مردم وشیں موسمءِ چارگا ڈنءَ درا آتکنت۔ او ھمے شریں موسمءِ ندارگ کرُت۔ اورءِ چے پد اے ڈگار سرسبز بوت۔ او سرسبزیءِ سببءَ سک ڈھول دار بوت۔ بلے وھدے بھارءِ پھلءَ ھمے ڈگارءِ تہا درائی کت گڑا اجاریں نیمگا سبزیں وھل دگے گونڈ گونڈیں درچک بھارءِ پھلءِ وش آتکءِ اوشتاتنت۔ آنچو کہ یک بادشاہءِ واسطہ آئی غلام آئی دیمءَ اوشتنت او آئیءِ سلامیاں گرانت و ہرچ حُکمءِ منتگا تیار بنت ھمے وڑا اے کش و کرانی وھل و درچک چو غلامءِ وڑءَ بھارءِ پھلءِ سلامیاں اوشتاتنت او آئیءِ ہرچ حُکمءِ منتگا بوتنت۔ اے ڈگار چاریں نیمگا سرسبز و شاداب بوت۔ او اے ڈگارءِ ندارگءِ واسطہ ہر ڈیہءِ مردم آتکنت او اے ڈگارءِ ندارگ کرت۔ اے ڈگار ہرچ درچک و نیوگاں پر اَت و سرسبز اَت۔ بلے مردماں وھدے بھارءِ پھل دیست گڑا مردماں وتی دستاناں شھارت و گشت، کہ بچار اَت اے پھل چوں ڈھول دار و براھناک اَنت۔ گوشتے زاناں اے پھل ڈگارءِ بادشاہ اِنت او آ درائیں درچک و وھل ایشیءِ غلام اَنت۔ او ہرچ حکمے منتگا تیار و اوشتاتگ اَنت۔

وھد گوزاں بوت او ھمے پیمءِ بھارءِ پھل اے درچک و نیوگانی تہا چو بادشاہے پیما زندگی گوازینگا اَت۔ او آ دگہ درچک و وھل ھم وشدلی و وتی زندگیاں گوازینگا اِتنت۔ بلے بھارءِ وازنگا چے پد ڈگارءِ تہا ڈھکالءَ وتی پادانءَ مہہ دات، او ڈگارءِ تہا وڈی بوت، ڈھکالءِ وڈی بوگا چے اے ڈگارءِ جلوہ ناکی و ڈھول داری شت، او ھمے ڈھول دارءُ براھناکیں ڈگار پدءَ ویران و برباد بوت۔

ے آتکگیں ڈھکالءَ رُستگیں وھل زندگ نبی
رُستگیں وھلءِ سُھر چکیں پھل گندگ نبی

٭٭٭

ہانی وشے مُریدءِ داستان

سرتاج بلوچ ۔ کلاس B.Sc فاضل

شہ مُرید یک ڈولدار و شرّرنگیں مردے اَت او پہ بہادری ءَ ہم شہ مرید سک نامدار اَت او شعر و شاعری ءَ ہم مزنیں ھتبے اَست اَت ۔ سیل و ندارہ و ساز و زمیل شے مرید ءِ واھگ اَت او سکیں نشانہ بازے اَت ۔ شے مُریدءِ سانگ بندی گوں پُری رنگیں ھانی ءَ بوتگ اَت کہ آچہ وتی رنگ ءُ دروشم ءَ بے درور اَت ۔ ھانی ءُ شے مریدءَ گوں یک و دومی ءَ سک دوستی اَت ۔ بلے میر چاکرءَ کہ ھانیءِ دروشم دیست گڈا آ سک بے تاھیر بوت و آئی ءَ ھمے ھبر دل ءَ داشت کہ من چونائی ءَ چہ شے مریدءَ پیچ بگراں ۔ ھمے پگرءِ پدا میر چاکرءَ یک دیوانے ءِ توک ءَ گوشت کہ بیاات مرداں مرچی قول ءِ بکن اِن ھمے دیوان ءِ تہا شے مرید ہم نندوک اَت ۔ میر چاکر ءَ سوگند وارت کہ من چہ مرگ ءَ نہ تُرساں ۔ شے مریدءَ درّا یُعنت کہ من ءَ سوگند اِنت کہ ھرکس من ءَ چیزے بلوٹیت من آئی ءَ لا بے بہر نہ کناں ۔ کمتیں وھدءَ رند میر چاکرءَ دگہ وتے کت آئی بازیں شعر جنوک لوٹائینت اَنت او آھان ءَ زرّ و مال دات و گُشت کہ شما مرچی شپءَ شے مریدءِ لوگ ءَ برو اِت او شعر و چاپ بکن اِت وھدے کہ شے مرید چہ شما وش بیت و گوشیت کہ شما نوں پچے لوٹ اِت گڈا شما شے مریدءَ بگوش اِت کہ ما ھانی ءَ لوٹاں ھمے سازگر و شعرجن شپ ءَ شے مریدءِ لوگ ءَ شُت اَنت او شعر اِش جت چہ دیوان ءَ رند شے مریدءَ ھمے شعر جنان ءَ زرّءُ مال دات و گُوشت کہ دگہ چے شما لوٹ اِت ۔ ھمے سازگراں گُوشت کہ ما ھانی ءَ لوٹ تو لوٹیں ۔ پرچہ کہ شے مریدءَ ھمے قول گُتگ اَت کہ ھرکس منا چیزے بلوٹیت من آئی ءَ لا بے بھر نہ کناں گڈا شے مرید وتی سوگندءِ سرءَ کاربند اَت آ مجبور بوت او آئی گُوشت کہ زالماں ھانی منی قول ءِ پدا شمارءَ بکش اِت ءَ کئے وھدءَ رند میر چاکر و ھانی ءِ آروس بوت ۔ ھانی اِے آروس ءَ نہ وش اَت ۔ ھمے ڈولدا ایں شے مرید چہ ھانی ءِ گماں بدحال و بے چاڈ بوت پرچہ کہ ھانی ءِ دوستی شے مریدءِ دل ءَ انچو نشتگ اَت کہ شے مریدءَ بے ھانی ءِ گا، یک ساھتے آرام نہ بوت یک شپے جمبرانءَ گرندءُ گروک اَت شے مرید وتی نہادانی تہا وپتگ اَت کہ گوں ھانیءِ یاتاں جیڑگ ءَ اَت، شے مرید چہ وتی نہادءِ تہا پاد آتک و دیم پہ ھانی ءِ ماڑی ءَ رھادگ بوت او ھانی ءِ دیست ۔ دومی شہب ءَ

میر چاکرءَ سرداری دیوانے مُچ کت او آھانی ءَ
جست کت کہ دوشی گروک چہ وھدءَ شُم اِت ؟

ے دیوان ءِ نندوکیں واجہ اجکہ بوت اَنت کہ چاکری جستءِ
مطلب چی اِنت ! وھدے کہ میر چاکرءَ پدا ھمے جُست کت
گڈا شے مریدءَ گوشت کہ دیمءَ گُور کن من ترا جواب دیاں
شے مریدءَ گوشت گروک ءَ ھما وھدی شہم دات کہ تئیءِ
بے مٹءُ زیبائیں لوگ بانک ماں اسپانی بندگ جاہءَ
تک ۔ دراھیں دیوان گوں ہمے گپءَ حیران بوت ۔
میر چاکرءَ شے مریدءِ پتءَ را گوشت کہ وتی چُکءَ سرپد
کن ۔ شے مبارکءَ شے مریدءَ بازپنت و نصیحت کت، بلے
شے مریدءَ وتی پتءَ را جواب دات ۔ شعرءِ اولی بند
یش اِنت :۔

جان جان جنکانی سروک
سیاھیں شپءِ شہمیں گروک

جاھیں دلءِ آگاہ کنوک
من بوتگوں مثلِ گنوک

شے مرید انچو بے سُدّ اَت کہ آئی پہ گنوکی گوشت
بامنی بابامنی ۔ تو کہ ندیستہ دوست منی
ھانی چہ ماہءَ شرتر اِنت
ماہءَ گبارے ماں دپءَ
ھانی چہ شیرءَ شرتریں
شیرءَ کپ و گجے پر اِنت

ھانی چہ دستءَ شرتریں
دستءِ دلءَ رامے پریں
گوں شے مریدءِ ھمے گالاں شے مبارکءَ سک

بدآتک آئیا گوں وتی کوشءَ جنگ بنا کت بلے شے مرید
چہ وتی ہوشءَ شُتگ اَت آئیءَ پدا گوشت

بابامنی بابامنی	حقاں پہل کن من رواں
دُرّیں رسولءِ زیارتءَ	مکہ شریفءِ گندگءَ

ھمے وڑءَ شے مرید چہ وتی جاہءَ در آتک و دیم پہ مکہءَ
رھادگ بوتگ اَت ۔ چہ شے مریدءِ جتائیءَ رندھانی
سکّ ملور و گمگیں بوتگ اَت ۔ شے مرید سیّ سال ماں
مکہءَ نِشت یک روچے شے مریدءِ دلءَ ھانیءِ اومان
ودی بوت او شے مرید گوں حاجیاں چہ مکہءَ دیم پہ وتی ڈیہءَ
رھادگ بوت او یک روچے ھانی گوں وتی دسگوھاراں
دریاءِ لمبءَ پہ سیل و ندارہءَ شُت دیست کہ چہ دریائے
یک بوجیگے پیداک اِنت ، بوجی دریاءِ کرّا اتک و اوشتات
ھانی گوں وتی دسگوھاراں وتی لوگءَ واپس اتک ۔ ھمے
بوجیءِ حاجی ایر اتک و یک یک بوتنت بلے شے مریدءُ وتی
زیبائیءُ و ڈولداری گوں ھانیءِ گماں گار گُتگ اَت شے مرید چو
پکیرءِ وڑا من بازارءَ ایر کپت اتک من ھانیءِ لوگءِ دپءَ
صدائے کشِّت ھانیءَ کاسگ چہ دانءَ پُر کت و دات
بلے آئیءَ نُزرت اَنت ھانیءَ باز منّت کت بلے شے مریدءَ
ہچ جواب نہ دات ۔ وھدے کہ شے مرید واپس بوت تہ ھانیءَ
آئیءِ رواج و ملگ درست کت اَنت ، نوں ھانیءَ
گریت و کوکّار کت بلے شے مرید ھانیءَ را ہچ دلگوش
ندات او دیم پہ مکہءَ پدا رھادگ بوت او پنجاہ پنچ سال
ماں مکہءَ نِشت ۔ پنجاہ پنچ سالءَ رند شے مرید پدا دیم پہ
وتی ڈیہءَ اتک ۔ بلے کسءَ شے مریدءَ درست نہ کت ۔
شے مریدءَ ھمے رندانءَ گوشت کہ منءَ تیر کمانے

بدشیت من نشانگے جنیں۔ ھمے رندانءِ شےءَ را پجّاہ نیاوُرت او اِشی ءِ سرءَ کندِات و مذاق کت۔ وھدیکہ شےءَ دو تیر کمان پہ دست نوں ھمے مردماں شک کت کہ اِے شے مرید اِنت۔ یکےءَ شے مریدءِ جند ءِ تیر کمان آورت او داتنت آئیا تیرءِ جنگ بناکت۔ اِے وھدءَ شے مریدءِ پت و مات زندگ اتنت بلے چمّاں کور اتنت۔ وھدے کہ شے مریدءِ پت ماتءَ تیرانی توار ماں گوشاں کپت آہاں گوشت اِے تیرانی توار شے مریدءِ گنت۔ شے مریدءِ آیگءِ گپ تالاں بیت او میر چاکرءَ ھانی طلاق دنت ءُ ھانیءِ آروس گوں شے مریدءَ بیت۔ آروسءَ پد دوئیں یک یکدارےءَ سوار بنت و رونت بلے کس نزانت کہ اِے کجا رونت

(باقر علی شاکر ۔ تربت مکران)

سستی پنوں ءِ گڈی واب جاہ

ماتیں گل زمین ءِ آزمان ءِ گریتگ
پہ نتئے مرگ ءِ اے جہان ءِ گریتگ
ماں شوھاز ءِ نتئے پہ گنوکی پنوں !
سستی ءِ بچوں بازیں تچان ءِ گریتگ

چہ کراچی ءِ شمال مغربی نیمگ ءِ اگاں تو بلوچستان ءِ گلزمین ءِ وتی پاداں ایر بکن اِت تہ گڑا سنگ ءِ ڈل ءُ مزنیں کوہ ءِ تلار ءُ دگہ انچیں ریکیں جاگہ است ءُ انچیں راہ کیت اِنت کہ تاں وتی منزل ءِ تو سر مبئے ہچ چشیں جاہ ءِ اوشتگ ءُ دم کنگ ءِ نام ءِ نزانے بلے چل ءُ پنچ میل گوازینگ ءِ رندتئی پادوت اوشتاں وھدے کہ تئی چم یک سبزیں گنبدے ءِ کپاں ءُ لھتیں مردم ھمے گنبد ءِ تہا درآھگ ءُ پترگ ءِ گندگ ءَ کاہاں اِے بے آپ ءُ ابیتکیں جاہ ءِ چشیں گنبد ءُ چشیں جلوہ ناکیں مسیت یک برے تراوت گڑنی بلے راستیں گپ الیش اِنت کہ دوریں سفر ءُ دمبرگی وت اے جاہ ءِ جلوہ ناکی اِنت پرچا کہ ہفت صد (۷۰۰) سال پُشت ءِ وھدیکہ کاڑائی بانک مہ لقائیں سستی ایوک ءُ دو صد (۲۰۰) میل گوازینت ءُ اِد ءِ اتک تاں ھم اے گلیں جاہ ھمے وڑاَ سستی ءِ منزل انگت دیم ءِ اَت ۔ بلے آمرداں کہ وتی مقصد زندگ ءِ چہ یدلے

کنگ اَت پراھاں ہر گام منزل آنت ءُ مرگ ھم زند انت گلیں سستی وو پنوں ، پنوں ،، کناں ءِ اے جاہ ءِ اتک اِد ءِ زمین ءِ آئی ءِ راپہ وتی کُت ۔ اے جاگہ ءِ نام ,, سنگر ،، اِنت دوحب ،، کوہ ءِ چیر ءِ اِے ابیتکیں جاگہ کہ سستی ءِ پنوں ءِ شوھاز ءِ گڈی دم کش اِت اِے بلوچستان ءِ ھماجاہ انت کہ اِد ءِ سستی دیم پہ ,, کیچ ،، ءِ نیمگ ءِ رہادگ اَت کہ آئی ءِ یک پہوالے (شپانک) ءِ گور ءِ تر مپے آپ لوٹ اِت بلے وھدے اِے ابیتکیں جاگہہ ءِ چشیں شتر نگ ءُ مہ لقائیں کاڑے آئی ءِ گوں بدیں نگاہ ءِ دیست گڑا آپ ءِ جاہ ءِ شیر ءِ رند ءِ شُت چرلیشی ءِ پلیسر کہ شپانک شیراں بیارئیت ءُ بدیں واھگ ءِ سر جم بکنت سستی ءِ دُعا قبول بُوت زمین ترک اِت ءُ سستی زیر زمین شُت بلے آئی ءِ گور ءِ گُدائی جُنڈے ڈن ءِ بُوت کہ شپانک ءِ اے دیست تہ سجہیں گپ آئی ءِ زانتاں ۔ آسک بازپشومان بُوت آئی ءِ چمانی ادس پچگ ءِ

لگ اِتاں ے

چارگ ءِ نبی پہ گدارے سستی !
شزانگ ءِ بکپے دمان ءِ گربتگ

لھتیں روچ ءَ رند و ھدے پتّوں کیچ مکران ءَ چہ وتی براتانی بندی ءَ لِکّ اِت ءُ واتر بوت آئی ءَ ھمے راہ ءَ کپ ءِ یک نوکیں قبرے دلیست آباز حیران بوت جُست ءُ پرس ءَ رند آئی ءَ راحال سر بوت کہ اے سستی ءِ قبر اِنت آئی ءَ اوں گوں رتّ ءُ دُعا گُت زمیں ءَ پدءَ وتی سینہ بیچ گُت ءُ پتّوں اوں ھمے جاگہ ءَ کہ سستی اَت مُشت گوں.

شما روچ ءَ کہ اِے زمین ءِ سستی ءُ پتّوں وتی گُتاں چہ ھما روچ ءَ "سنگر ءِ ھلک" آئی ءِ کش ءُ پہنات ءُ چہ دوراں آھوکیں ہزاراں مردمانی واستہ مہر، قربانی ءُ ہر ڈولیں کمک ءِ نشان اِنت۔

بازسالاں سستی پتّوں ءِ اے ھوریں قبر یک حاک ءِ قبرے اَت، کہ آئی ءِ کرّ ءُ گوڑ ءَ اے ھلک ءِ مردم وتی مردگاں کنڈ کناں ھمے بیم ءَ ھفت صد سال ءَ ھورا ے گونڈیں قبرستان یک تاریخی قبرستانے۔ اے گُگ سال ءِ گپ اِنت کہ حاجی محمد نامیں یک نیکیں مردے ءَ سستی پتّوں ءِ قبر ءَ راسِمِٹ گُتگ ءُ یک جلوہ ناکیں گنبدے ءِ تہا کتگ کہ اے گنبد پہ مردمان یک زیارتے جوڑ اِنت چو نائی ءَ اِدءَ چات ءِ جنگ سکّ گران اِنت بلے اے نیکیں مرد ءَ یک چاتے ھم جتگ کہ مردم آپ وَر اَنت۔ مسافر ءُ دور ءَ چہ آھوکیں مردمانی واستہ یک گونڈیں "مسافر خانہ" ءِ اوں بستگ جلوہ ناکیں سستی پتّوں ءِ گُنبد ءِ کرّ ءَ اے نیکیں مرد ءَ یک جلوہ ناکیں "مسیبت" اِشی ھم جوڑ کتگ کہ اِے جاگہ ءِ براہ اِنت "سنگر" ءِ نزیک ھب کوہ ءِ "درّہ ءِ مہنیارو" اِنت کہ اِشی ءَ چہ سستی ءِ بازگپ است گُشنت کہ وھدے سستی اِدءَ دُعا لوٹ اِت گڑا اِے کوہ دو کپ بوت ءُ آئی ءَ سستی ءِ راہ بیچ کت پمیشکا کوہ ءِ اے نیمگ ءَ را "مُنہہ باہر" گُشاں بزاں سستی ءِ اِدءَ دیم ءِ سرِیگ ءَ را لیٹینت ءُ راہ چاراِت. اِشی ءِ نزیک ءَ "سستی جو ونٹو" نامیں کوہی سنگے است اِنت کہ اودءَ سستی کم ءُ دیراں ماں آرام کنگ ءَ نشتگ اَنچو گوشنت کہ سستی ءَ رُود ءِ یک پیتلے گوں بوتگ کہ آئی ءَ چہ بھنبھور ءَ زُرتگ اے پیتل یک مزنیں سنگے ءِ سر ءَ ایر کتگ ءُ نشتگ انگت مرچی ءَ چہ اے مزنیں سنگ ءَ راسنگے ءِ گوُم ءَ ڈُو کر بوارین تہ چہ آئی ءِ رُود ءِ توار انگت کیت اِنت۔

باز مہلوک ءِ سر ءَ ھمے اعتقاد نشتگ کہ اگاں راستیں مہر بہ بیت تہ اے گُنبد ءِ (سستی پنّوں ءِ قبر ءَ) ہر ڈولیں واھگ سرجم بیت ۔ ❖

(کسمانک :- ڈرامہ)

کلمانٹ

عطاءاللہ قحطانی دشتی : سیکنڈ ایئر گورنمنٹ کالج تربت

مردم

شہداد ______ ھانل ءِ پت

دلمراد ______ مینگ ءِ بچک

ھانل ______ مینگ ءِ جنک

زلیا ______ دلمراد ءِ مات

ماہ گنج ______ ھانل ءِ مات

اوّلی ندارگ

دلمراد :- اماں تو منی جبرا نگت نہ برتگ ؟ نوں منی چھٹی ھلاس بوئگی اَنت ۔

زلیا :- منی چُک من وَت لوٹاں کہ تئی روگ ءِ پیسر تئی جبر ءِ ھلاس بکناں تاکہ دیم ءِ رند ءِ ترا سانگ بدیاں ھمیش اِنت مروچی من وتی کار ءِ بارگیگ لگّتگ اَنت ماہ گنج ءِ نیمگ ءِ رواں باریں چوں کنت ۔

ماہ گنج :- بیا بیا زلیا دیرگیں وھدے کہ تو بیگواہ بوتگئے تو مروچاں مے گندوگی ءِ نیائے ۔

زلیا :- دگنیائے کاریگ دومی ءِ گِندوگی ءِ وارءِ نہ دیئنت ۔

ماہ گنج :- نوں گپ جن باریں ترا چونیں گپے ءِ مروچی ادا آورتگ ۔

زلیا :- تو زانئے کہ منی چُک ڈُن ءِ وانگ ءِ اِنت منی چُک ءِ چھٹی ھلاس بوئگی اَنت ، منی چُک لوٹیت کہ ھے رند ءِ وتی زہ ماتی ءِ جبر ءِ ھلاس بکنت تاکہ دیمے چھٹیاں سُور بکنت نوں ما وتی چم پہ تئی جنک ءِ داشتگ پرچا کہ تو مئے وڑیں غریبیئے ءِ دومی مئے ھمساتگے نوں ما چہ تئی نیمگ ءِ جواب ءِ دلمانگ اِن ۔

ماہ گنج :- تئی گپ تر اَنت بلے الیش گپ ءِ تو وت زانئے کہ جنک ءِ مستر مات بوت نہ کنت ، جنک ءِ مستر پت اِنت ، ھانَل ءِ پت کیت اِنت من جُست ءِ کناں ۔ (زلیا پادکیت روت)

دومی ندارگ

(شہداد چہ بازار ءِ کیت ماہ گنج ءِ ناناں دیم ءِ دنت)

ماہ گنج :- تو مروچی گپ ءِ معلوم دارئے کہ زلیاءِ وتی بچک ءِ واسطا پہ ھانل ءِ جبر آورتگ ۔

شہداد :- من معلوم داریناں تو گرّاپے گُشت ۔

ماہ گنج :- من ھے لتودات کہ ھانل ءِ مستر من نیاں !

نوں من ترا جُست کناں تو چہ گشئے ؟

شہداد: من نہ لوٹاں کہ منی جنک وتی زندءِ ھچ وڈیں وشی مگندیت ءُ منی ُچک ءِ زندگانی برباد بہ بیت ۔

ماہ گنج: ایش چہ وڑیں گپاں تو جنے مے سر پہ نہ بیت ۔

شہداد: منی مراد ایش اِنت کہ دلمراد ءِ جند مشکت ءِ یا عربستان ءَ نہ اِنت، من اگاں وتی جنک ءَ دلمراد ءَ بدیاں من زاناں کہ شُدءَ کُشیت ۔

ماہ گنج: بلے دلمراد ءِ جند وانندہ اِیت پانزدہ شانزدہ ءِ وانگ ءَ اِنت باندا روچے ڈپٹی کمشنرے بیت ۔

شہداد: مروچی وانندھاں کئے جست کنت وشُدل ءَ بچار دگنیا ءِ علم ءِ وننگ اَنت بلے کس پیماز ءِ جُست ءَ نہ کنت کسے سلام ءِ وعلیک نہ کنت ۔ بلے بیرک ءَ بچار مشکت ءَ یک ھاڈالیں سپاھیگے بلے ہرکس ءِ دُمب ءَ کپتگ گوں آئی یک توارے ءَ صد مردم پاد کیت ۔

ماہ گنج: تئی اے جبر راست انت گڑا من زلیا ءَ چہ جواب بدیاں ۔

شہداد: من گشاں تو ھاروچی جواب بداتیں ۔

سیمی ندارگ

دلمراد: اماں ترا ماہ گنج ءَ مروچیگیں وداردانگ برو باریں چہ گشیت ۔

زلیا: من روگائین بلے اے مُچیں کاھاں پسائی دیم ءَ بدے گوں ۔

(ماہ گنج ءِ سرجہل اِنت داناں درشگ ءَ اِنت)

زلیا: سلام علیک: ماہ گنج جوڑے تیارے ۔

ماہ گنج: وا ئلیکم سلام تو شری ءَ جوڑے تیارے ۔

زلیا: باریں منی گپ چون بوت ۔

ماہ گنج: من تئی گشتگ ءِ پد ءَ شہداد ءَ را گشت بلے شہداد ھچ وڑ ءَ تیار نہ بوت بزاں تئی ُچک ءِ زامات نہ کت ۔

زلیا: پہ ارسیگیں چماں پات کیت ءَ روت ۔

دلمراد: بیا اماں باریں شیر بوتے یا روباہ ۔

زلیا: منی چک من روباہ بوتاں ۔

دلمراد: ترا چہ پسوئے دات ۔

زلیا: منا ھمے گشتئے کہ شہداد ءَ نہ منّ اتگ ۔

دلمراد: منی مات وتی لاسبیں ارساں مریچ منا نہ زرنگئے ھچ پرواہ نیست جنک ایوکا شہداد ءِ نہ اِنت ماتاں دگے جنک ھم آورتگ اَنت ۔

چارمی ندارگ

(دلمراد چہ وانگ ءَ چُٹیت و یک بلاھیں افسرے بیت گوں وشدل ءِ جنک ءَ سانگ کنت وتی لوگ ءَ پہ وشی نند اِیت ءُ وتی زند ءِ روچاں پہ شرّی گوازینیت)

پنچمی ندارگ

ماہ گنج: شہداد من ترا گشت کہ زلیا ءِ ُچک دلمراد ءِ پہ ھائل ءِ واسطہ بزورتو نہ زرت مروچی بچار کہ یک لوٹھیں افسر اِیت وتی روچاں پہ چوں گوازینگ ءَ اِنت ۔

شہداد: من زانت من سک رد وارت ۔

ماہ گنج: ھائل نوں رُستگ ءِ مزن اِنت بلے تئے وھدی کس پہ ھائل ءَ وتی جبر ءَ نیا ریت ۔

شہداد: من چوں کناں من وت پریشاناں پرچا کہ جنیں ُچک دارگی چیزے نہ اِنت ۔

ماہ گنج: تو انگت بلکیں پہ مشکتی ءِ دلمانگے ۔

(پدنگیں تاکدیم ءِ سرا)

بے دروریں تراں

عبدالصبور بلوچ : سیکنڈ ائیر کالج تربت

○ ۔ چوکہ بنی آدم گری چہ آئندگ بزاں آیوکیں وھدءِ دلپروش نہ ئنت ، ہمے وڑا مرچگیں بنی آدم چہ بنی آدم گریءِ دِلپروش نہ ئُنت ۔

○ ۔ دِرنگ وچُنڈ چُنڈیں قباءِ راگیدیءِ قبامہ گُش ۔ شپءِ سیاھی زندءِ را پہ روژنائیءِ ھدوکیاں داشت کُت نہ کنت ۔

○ ۔ کُنتگیں راہ ، دیمءِ جُنزوکیں پاداں ٹپ وار نہ کُت کننت ، گامانی گُشادءِ کم تِرکُت کننت بلے گامانی گُشادءِ ھلاس کُت نکننت ۔

○ ۔ بنی آدم ..... راہءِ کُنتگاں درچیناںءِ ، گوں پُھلاں گوازی کناںءِ ، آبلہیں پادانی آپ وچِیتیں ھوناں گوں ، گوں بچکندگی دیمءِ مہرو سلامتیءِ جُہدانی واھگدار ئنت چیاکہ آ پہ وتی آئندگءِ ، وَتردلی و روژنائیءِ وداری ئنت ۔

○ ۔ پہ دِگراں وابءِ گِندگ وتی بدوائی نہ ئنت ۔ وھدیکہ لیزانت creatorءِ شگلءِ پہ دِگراں خُواں جوانیں واب گندیت تہ آ وتی جندءِ اول گوں آ دِگراں ھوار لیکیت ۔ آکمیناں گوں زیاتءِ یکجاہ کنت اوپے کارءِ آئی مرگ نبیت بلکن آ دتارا مرگءِ باھوٹے کنئگءِ گوں نمیران کنت ۔

○ ۔ رنج واندوہ او دلپدردی وزبہریءِ غماں وتی ارسانی تہا جاہ دیوک پہ دگراں بچکند ودی کننت ۔ آ گِرِیونت دانکہ دوئمی بکندانت ۔ آ پہ وتا ناموریاں گچین کننت دانکہ دگہ یکےءِ را روژناھی بِرسیت ۔ آ وتی مراد و واھگان مرگءِ باھوٹ کُننت او تلوسنت بلے گوں اے جزگءِ بے تِرک وتوار بنت کہ پہ اوبادگاں واھگ و مراد ھو نبارمہ بنت ۔

○ ۔ من ھموداں روژگ لوٹاں کہ اوداں نِزورانی ھیسکارگ منی گوشاں مہ کپاں ۔
من ھموداں روژگ لوٹاں کہ گہارے سرورِیءِ مہ گِنداں ۔
من ھموداں روژگ لوٹاں کہ من ہونءِ بوءِ مہ چیناں ۔
من ھموداں روژگ لوٹاں کہ زبان شرپدار ببیت ۔
اگن نہ گڑا منی پادقبرءِ تہا لونجان اَنت ۔

○ ۔ دگرےءِ گنہ گارگُشتگءِ ساری وتی گناھانی

(پہ منتگیں تاکدیم ۶ سرا)

مکران

بشیر بیدار
(چہ گور بام ءَ)

وطن جلوہ ناکیں منی مکران !
تئی سبزہ زارانی قربان باں

تئی باگ ءُ نیوگ، کھیر ءُ کشار
تئی وشّیں زید ءُ پراھیں ڈگار
مدام نود شنز نبرنت سرءَ
تئی گل زمین ءَ مدام اِنت بہار

وطن جلوہ ناکیں منی مکران
تئی یادگارانی من قربان باں

اے رخشان ءُ دشت ءُ نہنگ بیمثال
مزن نامیں میری ءُ کیچ ءُ چیال
مدام نامدار اَنت نہ بنت اِنت زوال
صدقہ پہ ڈیہ ءَ منی جان ءُ مال

وطن جلوہ ناکیں منی مکران
تئی کوہ ءُ بندانی من قربان باں

تئی نیلیں دریا ءُ نُنجیں زِراں
دمگ، کوہ ءُ بند ءُ حصاریں گراں
اے سبز آپیں چمگ ءُ آہوگ ءُ صید
صفت باز زیب اِیت تئی کھچراں

وطن جلوہ ناکیں منی مکران
تئی جاہ ءُ ھندانی من قربان باں

اے پنجگور تا مندءَ بروکولواہ
ادا باز گوستہ شہنشاہ ءُ شاہ
میار جلّ ، بہادر ءُ مہمان نواز
نلبنت ھجبر ھائیگ رِادءِ ھندءُ جاہ

وطن جلوہ ناکیں منی مکران
تئی سر مچارانی قربان باں

شموشاں چتور من ، تئی زھم جناں
آشیراں ، بلوچ خان ءُ محراب خاں
نہ بیت جھل ھجبر بلوچانی شان
کئے ذکرءُ توصیف ءَ تالان کناں

وطن جلوہ ناکیں منی مکران
تئی آشکانی من قربان باں

آکیتاءُ عزّت ، پنوں یلیں ،
آستّی ءُ مہرک ، صدّو نو گلیں
گشاں ھرچی ھمبل باور مدار
آپیردان ءِ بازار منی شاھدیں

وطن جلوہ ناکیں منی مکران
تئی شاعرانی من قربان باں

آبوہیرءُ قاسم ، رگام وشں گشیں
شمے گال نقش انت دل ءَ شیرکنیں
شموشیت بشیرءَ چہ پیم مکران
بلے پلّیں فاضل وتی مست وتیں

وطن جلوہ ناکیں منی مکران
تئی یاد گارانی من قربان باں

کتاب

شرّیں ھم ھست و بدیں ھم

شما

شرّیں کتاباں بوان اِت

پرچالک

شمارا وت شر بوگی اِنت و دگراں ھم شر کنگی اِنت

شرّیں شرّیں کتابانی بُنجاہ ءَ

یات بکن اِت

پاک نیوز ایجنسی ۰ تُربت مکران (بلوچستان)

The great preponderance event of earthquake are of shallow focus type which has greater loss to humanity and earth itself.

THE MEASURE AND RESULT : The measurement of an earthquake's intensity depends numbers of procedures which have been adopting over the years by the earth scientists. The Instrument that measure the earthquakes intensity, velocity and place of occurrence (Epicentre) is known as SEISMOGRAPH:

The vibrational movements of the earthquake toward earth surface can be defined as the mood of occurrence and damage to the earth surface and its inhabitants. The idea of energy released during an earthquake process can be had from the fact that it could be as higher as one million calories and the power given off during a few hundred seconds in the very movement may surpass billion megawatts, that is more than imagination of human mind.

The smaller earthquake events though occurs very frequently in different part of the world regions due to earth's insignificant movement of tectonic and magma forces.

The high intensity earthquake having epicentre closed to populated area can cause havoc of life and properties to the occurrence area. Lets hope for future foreseeing of man scientific knowledge and technology to find an way for the safety of human life and his belongings from the havoc of earthquake.

Apart from tectonic earthquakes, the earthquake are also occured by volcanic activity due to upward movement of magma which is in liquid form in core of the arth. This type of earthquake caused by volcanic activities constitute a flurry tremor which form the shape and background of the main occurring shock. It is also noted that apart from main tremor other sub tremors also occurred with the eruptions than happened to difficult to distinguish the main shock from the flurry tremors. On the other hand the tectonic earth quakes are preceded by low level shocks and followed by a series of shocks after the main event.

The phenomenon of earthquakes during the occurrence are varied in intensity, volcanic activity and earth plates, such earthly factors evolve the speed and eruption of any type of earthquake on the surface. The speed and eruption of an earthquake limits the conditions such as intensity, structure of rocks and slippage of plates. These three, intensity structure and slippage to an earthquake tremor on the earth surface. For example, the plates slippage may result a high intensity of velocity of tremors upward surface area, on the other hand the volcanic activity eruptions depend on the two side of rock's structure, density and faulting position for a high and low shock earthquake. In general the volcanic type of earthquakes have upward impact on the earth surface instead of tectonic earthquakes which have horizontal widspread impact on earth surface. Both type of earthquakes are damagable to man and his belongings because of their tremoring shocks to the surface of the earth.

EARTHQUAKE: Focus and speed; the tectonic type of earthquakes are caused by building up of stresses in the vicinity of border area where plates are opposing each other's motion. As the accumulated stress exceeds the lithosphere breaking strength than an earthquake occurs by the abrupt eruptions of deep magma upward earth surface. The depth at which an earthquake occurs is called "earthquake focus" and general area of its original occurrence as "epicentre" the place, where main wave upwarding earth surface, is known as shallow focus. The earthquake usually occurs at a depth of 60–300kms. and volcanic earthquake occasionally occurs at a depth of 300 – 700 kms in the interior of the earth.

have come to know that the earth starting with a molten core, there is an outer core which is shielded by lower mantle, then the upper mantle, then occean crust and then continental crust. According to the understanding of Geophysicists, the inner most core which comprises Iron and nickle (Nife) combined formed of Lava. According to the natural laws of motion and gravity, present gases in the planet earth surrounding in the core area urge the metals, graphites and silicates to tend to fall toward the centre of gravity but as soon as the quantity of the masses and gasses increase in the core area of the original size, the upward pressure of the gasses in core would allow them to move downward. However, if some grains porticles in the core area increase their size with the pace of time and place, the earth rocks in lower mantle has to act as source of heat and keeps the rocks molten due to the radio-active decay taking place in the earth core.

The earth's surface is divided into many tectonic continental plates which are more than 100 kms. thick. These plates are the result of each oregonic and tectonic forces working in the interior and exterior of the earth. The motion of the plates occurs when the outer cold hard upper part of the earth, which is called Lithosphere, covers matter and softer layers of the earth materials. The heat from the decay of radio-active materials in the earth's interior contribute to the thermal connection in the Lithosphere into plates. The movement of tectonic and oregonic plates tend to past on one another is not contineous but rather takes place in descreet steps. Each step manifests as an earth-quake. So far as the earthquake's phenomenons are concerned, it may be pointed out that in the earth science Terminalogy all those vibrations are not the vibrations of the Earthcrust but the true source of vibrations are from the vital seismic waves or sound waves which are the production of rapid steps of earth plates movement. The time interval between each step movement runs into hundreds of years. Most of the earthquakes take place on the bent between the lithospheric plates which are on the movemental position because of tectonic structure. The different portion of the earth surface gets such earthquake, causes many tremors and shakes. One tectonic plates earthquake occurred in the area of corolina of U.S.A. in 1986 which caused moderate casuality of life and a small damages of properties to the area inhabitants.

EARTHQUAKES : HOW THEY OCCUR AND WHAT THEY RESULT.

ALI BAKSH DASHTI

We hear life casualities and other losses in every year from the occurrence result of Earthquakes in different part of the earth surface. Among the all natural calamities Earthquake is one that's with the time and place is still a greater challenge for scientists of the present age of growing scientific explorations. man from his early ages has been facing this natural calamity which causing a great loss of life and other human belongings.

Inspite of various earthly research, man with his greater knolwedge, has only succeeded to mark those places on the globe which are expected to be the occurrence places of Erthquakes because of earth's interior complication for direct research work for scientists. The direct investigations have not gone beyond 10 – 15 Kms. of depth. However, earth scientists explored more mysterious about the interior of the earth which are followed by many earthly minerals and other heavenly phenomenons helping man to continue his study about the mysterious of the universe as part of his duty conformed him by Almighty ALLAH.

The word Earthquake is the combination of Earth and Quake which means the shaking of the earth surface. Now let's study how this Earthly Quake happened in the earth interior causing damages to the surface of the earth. The earth, inspite of its nearly five Billion years of its existence, is still going through various Earthly and universal changes. Such changes show some one's bodily existence, so is earth changes in interior and exterior help earth scientists to know the real position of Earthquake occurrence in the various portions of the earth body. However, through monitoring earth physical properties by radio-activity which is a recognised source for measuring and exploring of properties and age in different rocks of earth, therefore, scientists have been able to understand about the large interior extention, general composition and principal structure of the earth. In a result of such deep research and exploration, each scientists



A view of Hostel Building



First Year Science Students.



First Year Arts Students.



Second Year Science Students.



Second Year Arts Students.



B.A./B.Sc. Students.



Principal with Minstrial Staff.



Valley Ball Team.



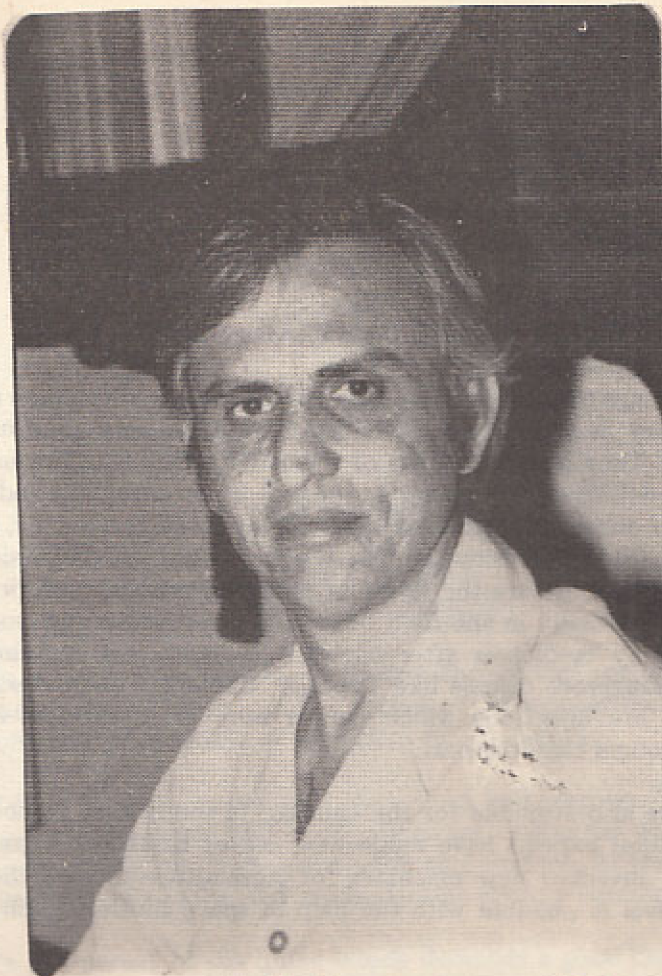
Foot Ball Team.



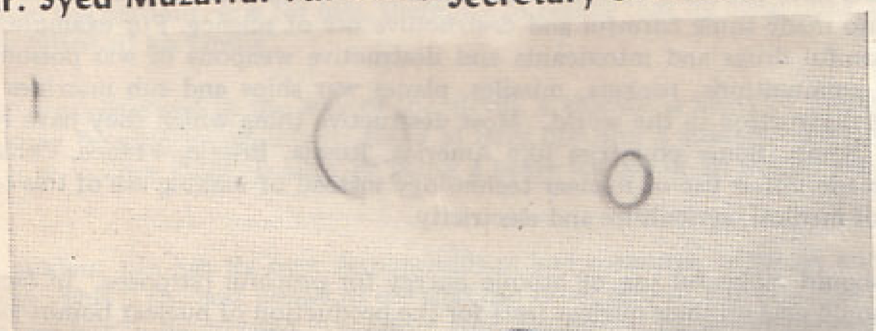
Principal and Staff Government Degree College Turbat.



Members of Editorial Board



Mr. Syed Muzaffar Ali Shah, Secretary of Educations.



Principal in his office.

USES AND ABUSES OF SCIENCE
By
ATHAR SHAHID IVth YEAR (SCIENCE)

Modern age is the age of Science . Scientific inventions are very much necessary for the progress of any country in present age. Scientists have made very good use of science for the benefit of society. They have made use of scientific principles, laws and facts to invent the machines of different kinds. For example the motor car, aeroplane and Railway engine, printing machines, and different kinds of other machines used in industry, producing things of daily use like match boxes, clothes, papers, shoes watches etc. Television, Radio Video Cassette players and telephones are the result of scientific research and progress have been of great benefit to use specially in the field of medicine. Scientists and Doctors have invented and developed many medicines after scientific research and experimentation. These medicines can cause dangerous disease like Typhoid, Cholera, Tuberculosis, Deptharia and Tetanous. Now there are injections which cure a number of diseases very quickly and people can live much longer than the past.

Now medicine are also available for the animals. In the field of Agriculture, sscientists chemists and Agricultural experts have made new use of Science for greater Agricultural productions. To have invented new machines for Agriculture to save the time and man power. Now space travel is possible with the help of space shutles which are invented by the scientists.

Scientists have provided comforts and facilities to us almost in every field of life. But they have also made some harmful and destructuve use of science. For example they have prepared harmful drugs and intoxicants and destructive weapons of war poisonous gases, bombs and ammunitions, rockets, missiles, planes war ships and sub marrines have also caused great destruction in the world. Most destructive thing which they have invented is the nuclear bomb. Some countries like America, Russia, Britain, France, Canada, Israil, India have made unfair use of nuclear technology instead of making use of this technology in the field of medical, agriculture and electricity.

They should make ful use of atomic energy for peaceful purposes. In fact all these countries should give up their nuclear tests for the production of nuclear bombs and destroy all their stocks of these weapons.

Science teaches us to work with out prejudice for any one. We should make use of science only for the benefit of human beings. Scientists should work for placeful progress of the work.

STUDENT LIFE
By
MURAD HASIL
IV YEAR (SCIENCE)

Student life is the golden period of our life. During this period one remains attached to the aim of passing examinations. It is a period of preparation for those social, economic and religious problems of life which we expect to face in future.

Student life has its own smiles and tears, Joys and sorrows. To many, it is a period when everything looks romantic and lovely. Ignorant of the sad experiences of the World and serious struggle of life, one begins one's life as a student. At this time, he feels that he can save humanity from all the ills, and can make this world a paradise.

Student life is a period of discipline which demands a good deal of patience and sacrifice. A student without a sense of discipline is just like a ship without sails which may never come safe to the harbour. It is for him, therefore to realize that by his actions, he may make or mar the future of his family.

Being inexperienced in the way of the world, a student is likely to commit such blunders as it may become impossible to mend in later life. But a student who is honest, brave and daring at college stage, is sure to prove a brave soldier or an honest statesman in his future.

The student life has its own responsibilities and pleasures, priviliges and duties, joys and sorrows. This is the best period of life that can never return. The mistakes committed at this stage can hardly be mended. Therefore students should be sensible enough to use this period wisely and fruitfully.

MUSIC

By
NASEER AHMED
Lecturer in Botany

What makes the soul of the poet dance? Music. What makes the painter paints beautiful pictures, the musician sing beautiful songs? It is the inspiration that beauty gives. In all occupation, there is music. But among all the different arts, the art of music has been specially consider diving, because it is exact miniature of the law working through the whole universe. For instance, if we study ourselves we shall find that the beats of the pulse and the heart, the inhailing and exhailing of the breath, are all the work of rhythm. Life depends upon the rhythmic working of the whole mechanism of the body, breath manifests as voice, as word, as sound; and the sound is continually audible, the sound without and the sound with in ourselves that is music; it shows that there is music both outside and with in ourselves.

Music inspires not only the soul of the great musician, but every infant which the instant it comes into the world, begins to move its little arms and legs with the rhythm of music. Therefore it is no exaggeration to say that music is a language of beauty.

Many in the world take music as source of amusement, a pastime, and to many music an art and a muscian an entertainer. Yet no one has lived in this world and has thought and felt, who has not considered music as the most sacred of all arts, for the fact is that what the art of painting cannot clearly suggest, poetry explains in words; but that which even a poet finds difficult to express in poetry is expressed in music. Art no doubt is most elevating, but at the same time it contains form; poetry has words, names, suggestive of form; it is only music which has beauty, power, charm and at the same time can raise the soul beyond form.

Music, besides power, is Intoxication. When it intoxicates those who hear, how much more must it intoxicate those who play or sing themselves ! And how much more must it intoxicate those who have touched the perfection of music and have meditated upon it for years and years ! It gives them an even greater joy and exaltation than a king feels sitting on his throne.

Before an infant is capable of admiring a colour or form, it enjoys sound. If there is any art that can most please the aged it is music. If it is music. If there is any art which a person can fully express his feelings, his emotion, it is music. At the same time it is something that gives man that free and that power of activity which make the soldiers march with the beat of the drum and the sound of trumpet.

WILLIAM SHAKESPEARE
By
NABI DAD IV th YEAR

William Shakespeare was born in April 1564, at stratford-on-Avon. He is at once the greatest dramatist and poet of English. It was as much his desire to please the ' ground lings' as the cultured noblemen in the box. His ability to do that is the main cause of his universal appeal even today. Shakespeare has something for everybody and no writer in the history of the world had a more intimate knowledge of human nature. He is loved and admired because he can expose to his readers their own souls and their most diverse moods. "To study nature in his works is like exploring a new and beautiful country; to study man in his works is like going into a great city."

Goethe, referring to Shakespeare's influence on him says, " I do not remember that any book or person or event in my life ever made so great an impression upon me as the plays of Shakespeare.

With this profound sympathy with all sections of humanity and his universality of appeal, Shakespeare combines his inimitable gift of poetry. To express the vast scale of human experience he has a corresponding variety of style. He has caught up the sentiments that find an echo in every breast. He was able to convert most complexed ideas into phraseology with the help of his poetic genius.

TAPU

Zia-ul-Islam
Lecturer in English.

Tapu whose real name is Allah Baksh, is the laboratory attendant of our college. He is associated with the college since its inception.

A stout and stocky figure is very active, energetic and lively. He is of short staure,curly haired and dark complexion.

When I was transferred to Turbat, the greatest problem I faced was that of cooking. I didn't know the ABC of it, and was in a fix as to how I would solve it. When I was introduced to this gentleman, the first thing I asked, "Do you know how to cook?" "Yes sir," he replied. I heaved a sigh of relief, and my major problem was solved. I was sure now that existence is possible in Turbat.

Tapu, who comes at about 8.00 a.m., enters the kitchen with a brood smile and greetings in Baluchi. He is bent upon teaching Baluchi to all of us. We also try to reply him in that language, hoping that one day we may be able to speak- Baluchi fluently. He is quick and efficient in his work, sincere and loyal, honest and obedient, dutiful and punctual. He is an excellent cook and can prepare any dish you tell him. He is very fond of gossiping and often narrates amusing anecdotes. His memory is very sharp, and can recall the names of various persons associated with the college, with ease and precision. All of us really enjoy his company very much.

THE DAWN

By
JAMSHEED AHMED,
Assistant Professor of English

Black mantle wraps the earth, dark is the night,
Dusk and gloom on all sides, except the stars light.
How do these stars twinkle pale, white and blue,
They converse in such signals none can get the clue.
Rush and bustle in yonder bush the eye cannot see,
Muffled cries of agony end of a life may be,
A meteor streaks across diffuses in the air free,
Some big bird flaps its wings in dark spreading tree.
All in black and dusky under the wide starry sky,
Shadows like ghosts appear before the straining eye.
Two luminous objects gleaming, tiger or leopards eyes?
Reflection of stars in water? glowworms? maybe fire-flies.
Hard I try to discern, the eyes ache to see,
How to find what is what and what it might be.
Lo ! the dawn ! light appears on the eastern sky,
A cock crowing far away, shrill energetic cry.
The light is gone, vanished, dark again is horizon,
Cool breeze, fragrance, flowers of summer season.
Sweet smell, breathe in full and relax your mind,
An owl cries on yonder cliff, hollow-hoot of its kind.
There is light no doubt the stars are now drowning,
Golden broom-sweeps the dome all before the morning
Now we can see what, is what, how easy to find,
There is a knoll on it a tree near the rivers wind.
Trees bushes and boulders, grassy field, pond and lake
Bellowing of elephants makes life animate and awake.
Yellow, orange, pink and red the east is all aglow,
Twilight with changing hues reflects on water below.
Sun is emerging there from behind the mountain range,
Brilliant halo of golden rays, dazzling with every change.
Now we can see small things, flowers, dew-drops, butter flies,
Birds warbling on banyan tree loud but are parrots cries
Soaring kites larks and mynas and the little sparrows,
Herd of deers, feeding on fields unafraid of the scare-crows
Suffocating darkness is over now I can find all my way,
How delightful is to me, the dawning of this bright day.

May be we don't see all, that otherwise could be seen,
Metaphysical, ethereal, spiritual, all remain unseen.
Some other sun may dawn some day and make them all known,
Or senses not yet evolved may open the mind to unknown.

* * * * * * * * * * * *

TWO SIDES OF PICTURE

Professor Jamsheed Ahmed

There are two sides of every picture,
Pro and Con, dark and bright, front and rear,

Nay a picture could be multisided,
It depends on the Viewer and the view,
And Angle of vision shifting at every move,
Alters with the variations of time and place,

Don't be certain of your convictions,
Transient like twilight in morning sky,
Changing hues and forms at every moment.
Or like waves in whirly stormy sea
Moving up and down, north, south, east, west.

Truth is uncompassable,
It pervades in the universe,
Time and Space continuem
Revealed to the conscious mind
In the form it could comprehend.

Men stubborn in their beliefs,
Clash violently in the dark,
And fight with fanaticism,
For their faith and conviction,
Shed blood, extinguish lamp of fire,
That could not be lighted again.

When truth from higher vision reveals,
They repent for mis taken beliefs,
And suffer tortures of innerself,
Qualms of conscience in solititude.
Or punishment from law and society,
Or wrath of God, Just and Powerful.

Hence it is wise, honest and prudent,
To have a good margin for others views,
Though your own may seem the soundest
For you don't see what exists
On the other side of the picture,
You perceive only one side of it,
And that too with biased mind.

QUOTABLE QUOTES

A learned blockhead is a greater blockhead than an ignorant one — Benjamin Franklin.

* * * * *

Soar not too high to fall; but stoop to rise. — Massinger.

* * * * *

More true knowledge comes by meditation than by reading; for much reason is an oppression of the mind, and extinguishes the natural candle, which is the reason of so many senseless scholars in this world — William Penn.

* * * * *

No book is of much import, the vital thing is, what do you yourself think? — Elbert Hubbart

* * * * *

A gentleman is one who understands and shows every mark of deference to the claims of self-love in others, and exacts it in return from them — W. Hazlitt.

* * * * *

By concentrating his energies upon a definite objective, a man of moderate talent will often outstrip his more brilliant brother. Talents to be effective must be brought together and directed by the power of purpose. Without purpose talent may easily be a liability instead of an asset. — F. C. Roberts.

* * * * *

The true and sound mind is the mind which can embrace equally great things and small. — Samuel Johnson.

* * * * *

Be more ready to visit friends in adversity than prosperity — Chilon.

* * * * *

You cannot run away from a weakness; you must sometime fight it out or perish. And if that be so, why not now, and where you stand? — R.L. Stevenson.

* * * *

Students don't come to the university to educate themselves. They throw themselves down in front of their teachers like a pile of boards to be turned into furniture.
— William Albrecht.

PATRIOTISM

BY

NASIR ALI

IVth Year

Patriotism is a true feeling of love and service for one's fatherland. A patriot is devoted to one's country and is always willing to stake his all for it. There are thousands who boast of loving their country, but is that love unselfish? If it is an unselfish love for the country then and not till then, one may be called a patriot. Patriotic feeling is noble in its essence, and as such nothing selfish or base has a place in the heart of a patriot. Patriotism, some people think, is limited to one's country but that is a narrow kind of patriotism.

Real patriotism embraces all humanity. A true patriot has always his eyes upon the larger horizon of patriotism, and his actions and efforts, while seeking to raise the status of his country, are directed towards place and happiness for the suffering humanity in general. Any patriot who only thinks of his own country, has yet to learn much about real patriotism which is based upon universal brotherhood of man.

One who loves his country has duties and responsibilities to fulfill. Only saying that so and so is a patriot because he loves his country and that is all, is not to say that such a one is a patriot. Let his patriotism materialize in his efforts in the direction of improvement. He must try his best to help eradicate the evils and weaknesses that are current in the society. Patriotism involves sacrifices and such a patriot will not sit idle when under his very nose and about him, the seeds of ignorance, dissension and social vices are sprouting, threatening the future of his country. The Quaid-e- Azam was one of the best examples of a true patriot. He was rich, learned and greatly honoured in society. He locked nothing, it was the lack of nothing but his own country that forced him to renounce pomp and glory of the world. He could, if he pleased become the highest dignitary in the hierarchy of officials commanding great authority. He could use his talents to his own personal glory. But the love of his country constrained him so that he counted all those riches, power, and honour as nothing: gave up all, and by shell dint of strong will purified and prepared himself for the country and today the whole of Pakistan bows at his name.

Love of country is natural, no doubt, but carelessness on the part of a man and his devotion to pleasures and selfish pursuits render this love in effective. But it can be roused by a true knowledge of the adversity of that country and can inspire him into action and service of devotion to it. Everyone has a right to be called a patriot, but few are worthy to be so called because patriotism means service and self-denial of the highest type.

REFLECTIONS
BY
Prof. Jamshed Ahmed

I thought, and throwing the book which I was reading, went outside and witnessed a sad and rather gloomy scene. The place was deserted and stillness pervaded in the atmosphere. The distant houses seemed sleepy. How dreamy it looked ! The scene made me still more sad.

I thought of the gay and joyous days. The past memories crept into my mind, the memories which were the best, I had. The memories which always brought a feeling of bliss and happiness to me, whenever I thought of them. I have always been so crazy, so mad and sometimes full of strange ideas. I hate the idea of constancy in life. The successes of life would be nothing in our eyes, if we were not to strive for them. Thrill, excitement, adventure and movement are essential factors of our life. I soon get tired of one place and one type of life.

Those happy days, when we were children, full of spirit. When we had nothing to get sad about, those carefree jolly days, when we used to play, frolic,leap and jump and climb the hills and trees. Nothing is true, nothing is real. People are not what they look. Their mirth, their joy, their sorrow, everything is unreal — they deceive themselves. They are very misearable very pitiable -- they think they are very happy — they have got what they wanted -- poor miserable creatures.

I wish I were a child again. Oh those days, how I long for them — how I wish them to come back.

My heart is no where and yet it is everywhere. It is easy to know others, but it is very difficult to know one's own self. That's what the trouble with me is.

Whenever I am sad, my friends say, " what in the hell, are you serious about you silly fool, life is short and we are not sent in this world to be sad and all that, but to enjoy the life that has been granted to us. Every day when you wake up in the morning, you must thank God that he has given you another days to live, and may be it is your last." We are sent in this world to live and we must live happily. We must have our own ideas, our own ways and our own principles. Maybe it is selfish of me to say like this -- but everyone on the surface of the earth is selfish in some way -- and I think the selfishness that is in me is of a more dignified nature than the selfishness of others, for it gives independence and happiness.

I want to be different from everyone else in the world. I like to do extra- ordinary things which no one else has ever done. I like to be different altogether.

EDITORIAL

The first issue of ' The Kech' is in your hands. Inspite of our limited resources we have tried to make the magazine interesting, informative and useful. A College magazine is an index of the true capabilities, intellectual trends and literary accomplishments of the students. We have endeavoured to put before you our results. It is upto you to judge how far we have been successful. We would welcome suggestions.

We hope that this magazine will go a long way in creating impetus of reading and writing in the students, and the future issues would be better in form and contents.

EDITORS

TABLE OF CONTENTS

———:0:———

KECH

1985

—*—

PATRON

Prof. Ghulam Mustafa

—*—

EDITOR-IN-CHIEF

Prof. Qamar Siddique

—*—

EDITORS ENGLISH

—*—

Prof. Jamshed Ahmed
Zia-ul-Islam

—*—

STUDENT EDITOR

Murad Hasil

GENERAL EDITOR

Ali Bakhsh Dashti

Printed at Ishaquia Printing Press
Karachi ☎ 230200

KECH

1985

GOVERNMENT DEGREE COLLEGE
TURBAT

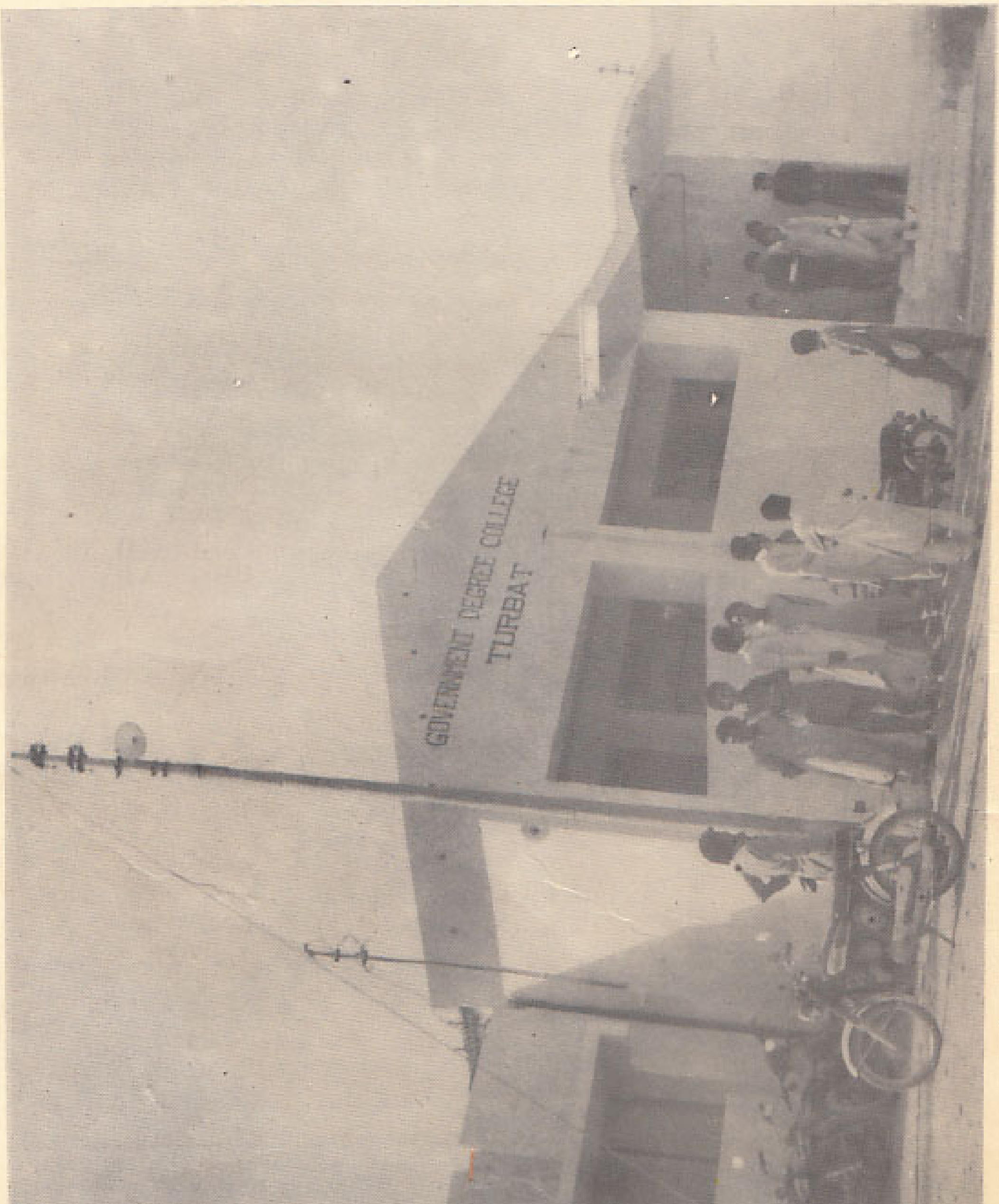
KECH

With Compliments of

PROFESSORS AND STUDENTS

GOVERNMENT DEGREE COLLEGE TURBAT
1985

To ______________________________


GOVERNMENT DEGREE COLLEGE
TURBAT